

3633
3/5/1A

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ لَمِنْ مُرْغَبٍ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ لَنْ نَكْفُرَ بِهِ
لَمَّا دَلَّتْ لَازِمُهُ عَلَى أَنَّ الدُّعْوَى لَا بُرْهَانَ عَلَيْهَا بِجِبْتِ التَّعَفُّفِ كَانَ الْحُكْمُ عَلَى
غَيْرِ الْحَقِّ بِكَوْنِهِ حَقًّا وَخِلَافًا فِي التَّعَسُّفِ كَمَا أَنَّ عَكْسَهُ لِحَقِّ التَّعَسُّفِ كَانَ
الرَّيْبَ لَا فِي مَا لَيْسَ لِبَلَّتَيْنِ كَثُرَ فِي خَائِشَاتِ التَّعَسُّفِ كَمَا دَلَّتْ لِرِسَالَةِ الْمُلْقَةِ بِهِ

التَّشْرِيعُ بِعَرِّ التَّخَالُفِ لِتَصَوُّقِ

مَعَ تَرَجُّمَتِهَا الْمَوْسُوعِيَّةِ

تَكْمِيلُ التَّصَرُّفِ فِي تَسْهِيلِ التَّشْرِعِ

وَافِيَةٌ عَنْ كَلِمَةٍ مَا لَهَا مِنْهَا مِنَ التَّعَقُّبِ فِي التَّعَرُّفِ خَالِيَةً عَنِ الْجَارِثَةِ وَالْكَفَرِ
هَذَا جُزْأٌ لَمْ يَكُنْ مِنْهَا فَالْحَقُّ بِأَعْيُنِهَا بِإِشْعَارِ اللَّهِ تَعَالَى عَنْ تَأْسُفٍ إِلَى التَّعَلُّقِ
مِنْ تَصَدِّيقَاتِهِمْ أَلْفَهُمْ التَّعَرُّفُ كَأَشْفِئَ مَعْقِلَةَ التَّعَسُّفِ وَمَوْلَانَا الْوَلِيُّ الْخَالِ
الْحَاجُّ الشَّاهِدُ شَرَفُ فَعْلِهِ سَلَّمَ اللَّهُ الْوَلِيَّ الْعَلِيِّ فَارِجُ الْفَادَةِ أَهْلُ التَّلَاحُفِ
أَهْلُهَا بِطَبْعِهَا مُحَمَّدٌ عَثْمَانُ حَفِظَهُ اللَّهُ عَنْ التَّلَاحُفِ
فِي الْمَطْبَعِ الْمَعْرِفِ بِجَامِعَةِ بَرِيسِ الْوَاقِعِ فِي دِهْلِي

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جوہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شکاری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے۔ متن شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بے مثل رہنما ہے۔ ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے۔ شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے۔ مخالفین کے لئے تاہم حجت ہے۔ اور مجہدین کے لئے موجب ازدیاد و محبت ہے اس کی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر رکیف روحانی ہے۔ پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کہہ رہیں طریقت سے شریعت کو جد بٹانے والے وہ ائیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیات قرآنی سے استدلال دیکھ کر ان کو واضح ہو جائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں ہر فرقہ بیک کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و چالبت ہے۔

قیمت تین روپیہ چار آنہ (ہے)

ملنے ے ایت

محمد عثمان تاجر کتب درسیہ کلاں دہلی

٤٢٥

الشَّطْرُ الثَّالِثُ مِنَ الشَّرَفِ

أكثر أحاديثه من الجامع الصغير للسيوطي رحمه الله تعالى على ترتيب حروف
 الجيم وهذه رموزة من المصنف (خ) البخاري (م) المسلم (ق) لهما (د)
 لابي داود (ت) للترمذي (ن) للنسائي (هـ) لابن ماجه (س) لهؤلاء الأربعة
 (س) لهما (لا) ابن ماجه (رحم) لأحمد في مسنده (رع) لابنه عبد الله
 في زوائده (رك) لأحمد فان كان في مسنده (رك) أطلقت ولا بينته (خذ)
 البخاري في الأدب (عتم) له في التاريخ (حب) لابن جابر في صحيحه (طب)
 للطبراني في الكبير (طس) له في الأوسط (طص) له في الصغير
 (ص) سعيد بن منصور في مسنده (ش) لابن أبي شيبة (عب)
 لعبد المزيق في الجامع (رع) لابي يعلى في مسنده (رقط) للرازي
 فان كان في السنن أحلقته ولا بينته (فر) للرازي في مسنده (فرد)
 رحل (لا) لابي نعيم في الحلية (هب) للبيهقي في شعب الإيمان (هق)
 له في السنن (عد) لابن عدي في الكامل (عق) للعقيلي في الضعفاء
 وخط الخطيب فان كان في التاريخ أطلقت ولا بينته (و) والحرف
 المرموز بها إلى الحديث الصحيح والحسن والضعيف هي (صم) و (ح) و (ز)
 وضعت عقب رواية الحديث بين قوسين وقليلها من كنوز الحقائق
 بالترتيب المذكور وأصرح فيه بأما أخرجه بغیر الرموز وما كان بالرموز

فہو من الجامع الصغير وما كان من الجامع لغیر الہدی و ہونا در کتب فیہ
حرف (رج) فی اول الحدیث و ہذا ہوا لمین بین احادیث الکتبا بین
واللہ اسأل النفع بالنصا بین۔ آمین۔

الحديث - افقة العلماء للنسيان
واضا عتہ ان تحدث به غیہ اہلہ
(ابن ابی شیبہ)

ف فیہ مسئلتان من الطريق
احدہما التخریض علی مذاکرۃ العلم
النافع ومنہ علم الطريق لا ت
النسيان اکثر ما یکن من عدم
المذاکرۃ والمذاکرۃ لا یکن
الا مع اہل اللہ عن تحدیث
غیر لاهل فی عین ہذا الحدیث
وکان حاصلہ الامر بالقاء مسائل
الفن علی الطالبین والا مس
بالشیء عن صدرہ فکان نھیاً
عن اخفاء ما عنہم کدین بعض
الغلاء الذین فرجوا باخذہم العلم
وکیف ہون مشارکہ غیرہم معہم ان
لا یحب من کان غفلاً لا یزال الذین
یجتلون ویامر من الناس بالفضل
وکیف من ما اتاہم من فضلہ والثانیۃ
الہدی عن اظہار المسائل الذلیقۃ

حذیث علم کی آفت پہول جانا ہے
اور علم کی اضا عت یہ ہے کہ اوکو ایے
شخص سے بیان کر دجو اور کل اہل نہ ہو۔
ف۔ اس میں طریق کے دو مسئلے
مذکور ہیں ایک ترغیب دینا ہے علم نافع
کے مذاکرہ پر اور اس علم نافع میں علم
طریق ہی آگئے (اور مذاکرہ کی خصوصیت
اسکے (ہے) کہ نسیان اکثر عدم مذاکرہ
سے ہوتا ہے اور مذاکرہ اہل ہی کے ساتھ
ہوگا کیونکہ غیر اہل کے سامنے بیان کرنے
سے خود اس حدیث میں نھی ہے پس عمل
اس کا اس بات کا امر ہوا کہ مسائل فن
طالبین کو بتلاتے ہیں اور کسی بات کا
امر کرنا او سکے ضد سے نہی ہوتی ہے
سوطا بین سے اذن مسائل کے اخفاء
کرنے کی عافیت ہی ہوتی جیسے بعض
خیلوں کا شیوہ ہے جو اپنے معذرت
پر اتراتے ہیں اور اوکو تاپسند کرتے
ہیں کہ ان علوم میں کوئی دوسرا ان کا
شریک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ایسے

الہادی بابت ماہ رمضان ۱۴۲۸ھ

الغامضة من انفع عند غيل الاهل
من الاعتياد او المنكرين وهذا كله
عادة المحققين

لوگوں کو پسند نہیں فرماتے جو اتارنے
والے فخر کرنے والے ہوں جو خود ہی
بخل کرتے ہیں اور دوسرے کو بھی بخل
کی فرمائش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اون کو اپنے فضل سے دیا ہے اوکو
چھپاتے ہیں اور دوسرا مسئلہ نا اہلوں کے سامنے جو کہ غبی ہیں یا شکر ہیں فن کے
باریک مسائل کے بیان کرنے سے حماقت ہے اور یہ سب عادت ہے محققین کی +

الحديث - اتلوا القرآن وابتكروا
فان لم يتكلموا فبناؤا (ابن ماجه)
هو اصل للتواجد فان اليماء وجد
والتباكي تواجد والشرط صدق
النية من جلب الرقة والخشوع
دون المراء والسمعة فانه حرام
فلا يلام على الصادقين من
المتواجدين ولا يذب عن
الكاذبين منهم

حدیث - قرآن پڑھتے ہوئے رویا کرو
(یعنی خدا تعالیٰ کی محبت یا خشیت سے)
اور اگر رد مانا آوے تو رونے کی صورت
بناؤ یہ اصل ہے تواجد کی مذکورہ
وجہ ہے اور رونے کی صورت بنانا
تواجد ہے مگر شرط یہ ہے کہ نیت
صادق ہو یعنی رقت اور خشوع کا پیدا
کرنا نمائش و شہرت کی نیت نہ ہو وہ
تو حرام ہے پس اہل تواجد میں ماقبلا

ہیں اور پرملاست نہ کی جاوے گی اور جو ان میں کاذب ہیں اون کی حمایت
نہ کی جاوے گی (اور میں شبہ بقوم فہم منهم سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ تواجد
تشبہ ہے اہل وجد کیساتھ اور قوم عام ہے اہل خیر و اہل شر دونوں کو)

الحديث - ابی اللہ ان یزق
عبد المؤمن الا من حیث لا یحسب
(فرعن ابی ہریرۃ (ہب) عن علی
ؑ ویشاہد ہذا الشان فی
الجماعة الصوفیة فہو من ابین الشواہد

حدیث اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن
بندہ کو ایسی ہی جگہ سے رزق دینا
منکور ہے جہاں اوس کا گمان نبی
ف جماعت صوفیہ میں اس شان کا
صاف شاہد ہوتا ہے تو یہ بہت صاف

تفہیم

۴

تفہیم

علی کمال ایمانہم عند اللہ۔

کے نزدیک مومن کا اس ہیں *

الحديث - ابغض الرجال

الى الله الا لد الخضم (قحم

ت ن عن عائشة (حم)

ف ومن شرتى اهل الطريق

يعرضون عن خطاب المجوح في

الكلام كيد لا يجرا الكلام الخضم

نوبت نہ آجائے (اور حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جاویں)

الحديث اثنا في جبريل

فقال يا احمد عشا ما شئت فانك

ميت واجب من شئت فانك

مفارقه واعلم ان شرف المؤمن

قيامه بالليل وعزه استغناءه

عن الناس الشيرازي في الالقاء

ركب هب عن سهل بن سعد (هب)

عن جابر رجل عن علي (حم)

ف المقصود بالجملة آلا وے

استغناء الموت وبالثابتة علم

الشفقة بالخلق وبالثالثة

مراقبة الخجرا ومع القيام بالليل استغناء

عن الناس هذا كله كالشعار القوم كما هو ظاهر

شہادت ہے کہ یہ لوگ اسد تھائے

حدیث۔ سب سے زیادہ مغفول اللہ

کے نزدیک وہ ہے جو مندی جہنم کو

ف۔ اسی جگہ سے تم اہل طریق کو

دیکھتے ہو کہ وہ ایسے شخص سے خطاب

ہی نہیں کرتے جو گفتگو میں بیچ کر

والا ہوتا کہ گفتگو میں جہنم کی

حدیث۔ میرے پاس جبریل آئے

اور کہا کہ اے محمد جتنا چاہو چیتے رہو

مرنے والے ضرور ہو۔ اور جس سے

چاہو محبت کرو لوگوں کو اس سے جدا ہونے

والے ضرور ہوا اور جو چاہو عمل کرو لوگوں

اور کسی جزا پانے والے ضرور ہوا اور

معلوم کرو کہ مومن کا شرف (عبادت

کے ساتھ) اور کسی شب بیداری ہے

اور اس کی عزت اس کا لوگوں سے

رہنا ہے (حدیث میں اپنی جگہ سے مقصود شوق

یا دیکھنا ہوا اور دوسرے جگہ سے مخلوق کیساتر یا دہلق

نہ کہنا ہوا اور تیسری جگہ سے جزا کا خیال کہنا ہوا

اس کا یہی قیام ایل اور لوگوں سے استغناء کہنا ہے اور

یہ سب فید کا گویا شمار ہے جیسا کہ ظاہر ہے

الحديث اتقوا المحارم تكن
اعبد الناس ارض بما قسم الله
تكن اغنى الناس احسن الى
جارك تكن مؤمنا واحب للناس
ما تحب لنفسك تكن مسلما
ولا تكثر الضحك فان كثرة
الضحك تميم القلب (رحم
هب) عن ابى هريرة (ف) وهذه
من اخص مقامات الطريق -

حدیث - حرام چیزوں سے بچاؤ
تو سب آدمیوں سے زیادہ مایہ ہو جاویگا۔
اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں رکھا
ہے اس پر راضی رہ تو سب آدمیوں سے
زیادہ غنی ہو جاوے گا اور اپنے پڑوسی
کے ساتھ سلوک کیا کر تو مومن (کامل)
ہو جائے گا اور دوسرے لوگوں کے
لئے اس چیز کو پسند کر جسکو اپنے لئے
پسند کرتا ہے تو مسلمان (کامل) ہو جائے گا۔

اور کثرت سے مت ہنسنا کیونکہ کثرت سے ہنسنا قلب کو مردہ کر دیتا ہے (ف) یا حال
طریقت کے خاص مقامات سے ہیں -

الحديث اتقوا الدنيا واتقوا
النساء فان ابليس طلاع رصاد
وما هو بشئ من خلق خدا وثو لصيد
في الاغنياء من النساء (فر) عن
معاذ (رض) (ف) فيه الامم بالجنب
عن النساء غيب الا زواج والمحارم
اشد تجنب ويغلظ فيه اكثر من
تزيار بزي القوم يتساهلون
في امر النساء ويقعون في فتن
داهية من المفسد الظاهر
والباطن فالخذرا لخذركن
اور (۶) للبشر

حدیث - دنیا سے بچو اور عورتوں
سے بچو کیونکہ ابلیس ناک میں رہتا ہے
گمات میں رہتا ہے اور وہ اپنے مختلف
جاہلوں سے کسی جاہل پر تحقیقوں کے
شکار کرنے کے لئے عورتوں کے
جاہل سے زیادہ کبرو نہیں رکھتا
(ف) اس حدیث میں بجز اپنے محرم
اور مشکوہ عورتوں کے دوسری
عورتوں سے بہت سختی کے ساتھ
بچنے کا حکم ہے اور اس باب میں وہ
لوگ کثرت سے غلطی کرتے ہیں جو مونیہ
کی وضع میں رہتے ہیں کہ عورتوں
کے معاملہ میں بہت ڈھیلہ پن برتنے پڑے

اور ٹپے سخت فتنوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ظاہری مفاسد میں ہی (مثل نظر بد و تلمذ و بالکلام وغیرہ) اور باطنی مفاسد میں بھی (مثل میلان و ہیجان) پس بچتے رہو بچتے رہو تم سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاؤ گے (مولانا رومیؒ نے جو عورتوں کے جال ہو جائیکا ذکر فرمایا ہے یہ حدیث اوس کا ماخذ ہو سکتی ہے ۵

گفت ابلیس میں دا دار را -
دام نعتی خواہم این اشکار را

الی ان قتال ۵

چونکہ خوبی زنان با او نمود
پس دانگشتک برقص اندر فتاد
چل بدید آن چشمہائے پر خمار
واں صفائے مازین آن لہران
روئی خال ابرو و لب چنان معشوق
قد چو سحر خراہاں در سپین
چونکہ دید آن نمج جہت اوسک
عالمی شد والہ حیران و دنگ

الحديث - اتقوا ازالة العالم
وانتظروا فيكته المحلوان (عق)

ف مضاه عندك لا تقصدوا
بالعالم في ذلته وعد و لا
عن الصواب لكن لا تجعلوا في تركه
ولا علاج عنه وانتظروا رجوعه
فان رجوعه هو المعتقد كما كان
وان لم يرجع فاتركوا اطاعة
والهجرة هجر اجبلا وفيه ادب

ما في الحديث من ان لا تتركوا

کہ عقل و صبر مردان میر بود
کہ بدہ و وتر رسیدم بر مرد
کہ کند عقل و خیر را در غار
کہ بسوزد چل پسند این لہران
گوینا خداتافت از پردہ متین
خیز همچون یاسمین و سترن
چون تجلی حق از پردہ تنگ
ز ان کرشم و زان دلال نیشنگ

حدیث - عالم کی لغزش سے بچو اور
اوس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو۔

ف - حدیث کے معنی میرے
نزدیک یہ ہیں کہ عالم سے اگر لغزش ہو
جاوے اور راہ صواب سے وہ عدول
کرنے لگے تو اس باب میں اوس کا
اقتدار مت کرو۔ لیکن اوس سے قطع تعلیق
کر دینے میں بھی جلدی مت کرو بلکہ
اوس کے رجوع کے منتظر رہو اگر وہ

الطالب مع الشيخ اذا وجد منه
 شيء منك في الظاهر فان احتمل
 التأويل فلا تترك صحبته في
 تحييد الظن اعظم شيء في الطريق
 خصوصاً بالشيخ و دليله قول
 صلى الله عليه وسلم على ما رواه
 الترمذي في كتاب التفسير
 في قصة موسى والحضرير حم الله
 موسى لو دنا منه كان صبره
 يقص عليه ناس من اخبارها الحديث
 فانظر كيف تمنى رسول الله
 صلى الله عليه وسلم ان يكون
 عليه السلام و روجه على انكاره
 مع رواية المنكرات ظاهراً وان
 يحتمل التأويل فانتظر فان
 رجع الى الصواب فالله يعقل
 التوبة عن عباده وان اصر عليه
 فامره صحبته واتخذ شيخاً خيراً
 لكن لما افادك في ايام حاجتك
 فلا تنس حسنة ولا تق ذكراً
 ولا تقبيله وهذا هو الهمز
 الجليل وهذا لتفصيل كله
 في الصبر معه ولا نقطه عنه

رجوع کرے تو وہ بدستور سابق مقتدار
 ہے اور اگر رجوع نہ کرے تو اسکی
 اطاعت چھوڑ دو۔ اور شاید طریق
 پر اسکی ملاقات قطع کر دو اور اس میں
 طالب کا ادب (تعلیم کیا گیا) ہے شیخ
 کے ساتھ جب اس سے کوئی ایسی بات
 صادر ہو جو ظاہراً حکم ہے سو اگر وہ تاویل
 کو محتمل ہو تو اسکی صحبت ترک مت کرو
 کیونکہ نیک گمان رکھنا یہ طریق میں
 بہت بڑی چیز ہے خصوصاً شیخ کے
 ساتھ دلیل اسکی حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا ترمذی نے
 کتاب التفسیر قصہ موسیٰ و خضر میں دیا
 کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 رحمت فرماوے موسیٰ علیہ السلام
 پر ہم کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے
 کہ وہ صبر فرماتے (اور خضر علیہ السلام
 پر روک ٹوک نہ کرتے) تاکہ اون کی
 خبریں ہم سے اور بیان کی جاتیں سو
 دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس بات کی کیسی تمنا فرمائی کہ موسیٰ
 علیہ السلام سکوت فرماتے اور سکوت
 کو نکیر پر کیسے ترغیب دی باوجودیکہ

اما لا قتلاء معہ فی المذبح
فلا مسانغ فیہ اصلہ سوال امر
بہ او قلدتہ من غیر امر وعدم
الا قتلاء ہولما د بالجن الاول
من الحدیث والصبر معہ مع
الشراط الخاصة الثابتہ
بالکلیات الشرعیۃ ہولما د
بالجنہ الثانی منہ

ایسے واقعات بھی دیکھے جو ظاہر منکر
تھے (یہ تو اوس صورت میں ہے
جب تاویل کا احتمال ہو) اور اگر ادھر
تاویل کو محتمل نہ ہو تو (بہی جلدی مت
کرو بلکہ) منتظر ہو اگر وہ صواب کی
طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کے
یہاں تو یہ قبول ہے اور اگر وہ اوپر
اصرار کرے تو اوسکی محبت چھوڑ دو

اور کسی اور شیخ کو تجویز کرو۔ لیکن چونکہ اوس نے تم کو تمہاری حاجت کے زمانہ
میں فائدہ پہنچایا ہے تو اوس کے احسان کو مست قبول کرو۔ اور اوس کو ایذا نہ
اور اوسکی غیبت نہ کرو اور یہی ہے شایستہ طریق پر چھوڑ دینا اور یہ سب
تفصیل اس میں تھی کہ اوس کے ساتھ نباہ کیا جاوے یا اوس سے قطع تعلق
کر لیا جاوے رہا اوس حکم میں اوسکی اقتداء کرنا سوا میں کوئی گنجائش نہیں خواہ
وہ تم کو اوس امر کا حکم دے یا بدو اوس کے حکم کے خود اوسکی تقلید کرنے لگو
(کسی طرح اسکی گنجائش نہیں) اور یہ اقتداء نہ کرنا مراد ہے (حدیث کے)
جز واصل سے (کہ عالم کی نفرت سے بچو) اور اوس کے ساتھ نباہ کرنا
خاص شرائط کے ساتھ جو قواعد شرعیہ سے ثابت ہیں (جیسا اوپر کی تقریر
میں بیان کیا گیا) مراد ہے (حدیث کے) جسے وثانی سے (کہ اس کے رجوع
کرنے کے منتظر ہو۔

۸

الحديث ۱ ثبوت اخاکم
ادعوا له بالبرکة فان الرجل
۱۲۵۱ کل طعامه وشربه شرابه
ثم دعاه بالبرکة فذلک الثواب منہ

حدیث اپنے (محسن) بہائی کو
(احسان کا) بدلہ دیا گو (اس طرح سو کہ)
اوس کے لئے برکت کی دعا کیا کرو۔
کیونکہ آدمی جب اوس (بہائی) کا

طعام و شراب

(روہب) عن جابر (ح) فی الدعاء للحسن وکاتہ کا طبیعتہ للقوم ینعون ابلغ دعاء لمن احسن الیہم روان کان بشئ قلیل فہم ینظرون الی الحقیقۃ النعمۃ لا الی قدرہا

کہا تا کہا نے اور اوس کا پانی پئے پھر اوس کے لئے برکت کی دعا کر دے تو یہ (دعا کرنا) اوس کا بدلہ ہو جاتا ہے ان (کہا نے پینے والوں) کی طرف سے اس حدیث میں محسن کیلئے دعا کا حکم ہے اور یہ (امر) صوفیہ کے لئے مثل امر طبعی کے ہے جو نفس ان کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہے یہ اسکو لیے بہت جہالت کے ساتھ دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ احسان بہت ہی ادنی چیز کا ہو سو یہ لوگ نعمت کی حقیقت کو دیکھتے ہیں (اور حقیقت کثیر و قلیل میں شریک ہے) اوسکی مقدار کو نہیں دیکھتے (کہ قلیل ہے)

الحلیث اجتنبوا مجالس العشیرۃ (ص) عن ابان بن عثمان مرسل قال العزیزی فی شرحہ ای الرفقاء المتعاشرون الذین یکنون الکلام فی غیل ذکر اللہ تعالیٰ وما ولاہ لہما یقع فیہا من اللغو واللہو اضاعتہ الواجبات قال الشیخ حدیث صعیف (ح) لکن لا یضر فیہا تا ید باللیل الصمیم وھذا کذا تک کا مضمون وھذا آلا جتنا بھو مر العزلة المعتادۃ للقوم فان اکثر المجالس

حدیث: یارباشی کی مجلسوں سے بچو یعنی ایسے رفیقوں سے بچو جو باہم یارادہ رکھتے ہیں اور ایسے کلام کی گفتگو کرتے ہیں جو نہ ذکر اللہ ہے نہ اس کے متعلق ہے (اور بچنے کا حکم) اپنے (مہم) کہ ایسی مجالس میں لغو اور لہو اور ضاعتہ واجبات واقع ہوتا ہے (ح) اور ایسی صحبت سے بچنا ہی راز ہے اوس عزلت کا جو صوفیہ کا معمول ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر مجالس ایسی ہی ہوتی ہیں پس ان پر یہ اعتراض لادام نہیں آتا کہ یہ تاریکی سنت میں کیونکہ شریعت میں

فی هذا الزمان كذلك فلا
يلزمهم ترك سنة الجماعة
المطلوبة في الشرع

والا فلے منی عنہ ہے ابو

الحديث (ج۱) ابن و كمر
على الغتيا اجرو كمر على النار الكاد
عن عبيد الله بن ابي جعفر مرسل
في العزيرى قال الشيخ حديث
ضعيف **ف** قلت ولا يضبر
الضعف لتايد بقوله تعالى
ولا تقف ما ليس لك به علم
وقوله تعالى وان الظن لا يغني
من الحق شيئا ومن شر ترے
القوم يجتاطون من الغتيا
ويجبلونها على المستغلين
بها الا ان يضطروا اليها فلا
يلزمهم كتمان العلم

وعيد او سقوت كجب دوسرے طريق
الحديث (ج۱) اجملا في طلب الدنيا
فان كلا ميسر لما كتب منها كطب
عن ابي حميد الساعدي قال العزيرى
وهو حديث صحيح **ف** وهذا كالأمر
الطبيع للقوم من عدم مشقة الاتهام

اجتمع مطلوب كمر واعتراض كمر
لأول ظاهر ہے کیونکہ ایسا اجتماع
مطلوب اور مستحسن نہیں بلکہ دوسرے

الحديث۔ جو شخص فتویٰ دینے میں
زیادہ جبری ہوگا وہ دوزخ میں
پر زیادہ جبری ہوگا۔ **ف** اس سے
سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے
ہو کہ (او میں جو علماء بھی ہیں) وہ
(ہی) فتوے دینے سے احتیاط
کرتے ہیں اور اس کو اولیٰ گوں
پر حائل کر دیتے ہیں جو اس میں
مشتول ہیں۔ لیکن اگر ضرورت ہی
ہو جائے تو اور بات ہے پس اپنی
یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ احکام
کو چھپاتے ہیں (جیسے بعض بہوڑ
اس کا الزام دیتے لگتے ہیں کیونکہ
سے حاجت رفع نہ ہو سکے)

حديث۔ دنیا حاصل کرنے میں
مکسر ہی سعی کرو (زیادہ اتناک مت کرو)
ہر شخص کو وہی میسر ہوتا ہے جو اس
یہ مقدور ہے **ف** اور یہ طریقہ
صوفیہ کے لیے مثل امر طبعی کے ہے

یطلب الدنیا وعدم اجہاد
النفس فیہ

میں نہیں دھرتے۔

الحديث اجوع الناس طالب
العلم واشبعهم الذی لا یبتغیہ
ابو نعیم فی کتاب العلم (ف)
عن ابن عمر عن العزیری قال
الشیخ حدیث ضعیف (ف) ولا یض
لان النصوص متطافرة فی الترغیب
علی الزیادہ فی العلم وفیہ اضرار
لمن لا یمتہ بالعلوم الضروریۃ
الدینیۃ ویسک السلوک للوصل
الی اللہ تعالیٰ واجمع مہ من یندا
العلم ویعتقد مضرًا بالطریق
احادیثنا اللہ تعالیٰ من الجمل الذین
نذرت کرتے ہیں اور اسکو طریق کے
کئی سے محفوظ رکھے۔

الحديث احب الاعمال الی
تعالی بعد الفرائض ادخال السرور
علی المسلم وطب معنی ابن جاس
قال العزیری وہو حدیث ضعیف
قلت لکنہ معلوم من قواعد الشرع
فلا یضر ضعف الاسناد کیف

کہ تحصیل دنیا میں (اہتمام شدید نہیں
کرتے اور اپنے نفس کو مصیبت

حدیث۔ سب میں زیادہ ہوگا
علم (نافع) کا طالب ہے (کہ اسکو
اوس کا نفع اور لذت دیکھ کر اوس
کبھی سیری ہی نہیں ہوتی) اور
میں زیادہ شکم سیر وہ ہے جو
اوس کا طالب نہ ہو (بے رغبتی
میں سیری سے تشبیہ دی گئی)
ف ایسے اون لوگوں کی اصلاح
ہے جو علم دینی ضروری کا اہتمام نہیں
کرتے اور وصول الی اللہ کی غرض
سے سلوک کا دعویٰ کرتے ہیں اور
اس سے بدتر وہ لوگ ہیں جو علم کی
لئے مضر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ جہل اور

حدیث سب سے زیادہ محبوب عمل
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعد فرائض کے
مسلمان پر مسرت کا داخل کرنا ہو
میں کہتا ہوں کہ گویہ حدیث سند
ضعیف ہے مگر قواعد شرع سے
معلوم ہے حدیث صحیح میں حکم ہے

وَقُلْ دِي فِي الصَّحِيحِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ بَشَرًا وَلَا تَنْفَرُ أَوْ كُونَ السُّرُ
لَا رَمَا لِلْبَشَرَةِ ظَاهِرٌ هَذَا الْخَلْقُ
كَانَ مِنْ طَبِيعَةِ الْقَوْمِ

الحديث اجبوا الفقراء
وَجَابُوا لَهُمْ وَاجِبًا لِعَرَبٍ مِنْ قَبْلِكَ
وَلَيْدٌ عَنْ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ
نَفْسِكَ لَكَ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
لَيْسَ الْمَرْءُ بِمَا لِفَقْرَاءٍ مِنْ أَمْوَالٍ
لَهُمْ مِنْ لِيَوْمٍ مَسْكَنَةٍ وَتَوَلَّى
وَرَكَا نَوَافِلِ شَرْعٍ وَوَرَدَ فِي

الحديث اخبرني الجامع الصغير
أَقْبَرُ الْعُلَمَاءِ رَفَاتِهِمْ سِرَاجُ الدِّينِ
وَسَيِّدُ الْإِسْلَامِ (قَالَ) عَنْ

أَبْنِ مَجْمُوعٍ الْحَدِيثُ فِيهِ يَشَدُّ
عَلَى أَنْ الْمُخْتَارَ لِلْجَمَاعَةِ وَالْإِتِّفَاقِ
وَالْحُبِّ مِنْ كَانَتْ مَعَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ

وَالْتَوَاضِعِ وَهَذَا الْجَمْعُ لَا يَكُونُ
إِلَّا فِي عَالِمِ صُوفِيٍّ وَآخِرُ النَّاسِ
مِنْ الْحَدِيثِ يَدُلُّ عَلَى مَطْلُوبَةِ

حَبِ أَهْلِ دِيَارِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
عَلَى أَنْ لَا مَشْتَغَالَ بِأَصْدِمْ
النَّفْسِ رَادِعٍ مِنْ الْأَعْلَى وَنَدَى

بَابُ الْحَدِيثِ

بَابُ الْحَدِيثِ

بشارت دیا کرو۔ اور بشارت کے
لیے سترت لازم ہے اور یہ عادت
حضرات صرفیہ میں مثل الطریقی
کے ہے۔

حدیث۔ فقرار سے محبت کرو اور
اون کے پاس بیٹھا کرو۔ اور عجب
ساتھ دل سے محبت رکھو اور اپنے
نفس میں تہمید جو عیوب معلوم ہیں
اون میں نکارہنا و دوسرے لوگوں
کے پیچھے چرنے سے شہکوانہ ہونا
چاہیے (یعنی اپنی اصلاح میں مشغول

ہو دوسروں کی عیب جوئی اور عیب
گوئی میں مت لگو) میں کہتا ہوں
کہ فقرار سے مراد غلبہ لوگ نہیں

بلکہ وہ ہیں جن میں سکینی اور
پستی کی صفت ہو اگرچہ وہ اہل
ثروت ہوں اور جامع صغیر کی

ایک دوسری حدیث میں ہے
کہ علماء کے ساتھ ساتھ ہو (یعنی
جماعت میں رہیں اور ملحد وعت

میں بھی) کیونکہ وہ دنیا کے ہی
پیرائے ہیں اور آخرت کے ہی چراغ
ہیں پس دونوں طریقوں کا مجموعہ

على الناس وهو المراد بالرد عن
الناس لا اصلاحهم الناس لا سيما
من يستصلم لكن من ما موراه فليكن
ينهي عنه نعم لا شر انظر وموانع
مضبوطة في محملها

اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ مجاہد
اور اتباع اور محبت کے لیے وہ شخص
منتخب ہے جو علم اور تواضع کا جامع
ہو اور یہ جامعیت عالم صوفی ہی میں
ہوتی ہے اور حدیث کا دوسرا جزو دیگر

وال ہے کہ اپنے شیخ کے اہل وطن سے محبت رکھنا بھی مطلوب ہے اور تیسرا جزو
اس پر وال ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہنا دوسروں پر اعتراض
کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ اور یہی مراد ہے لوگوں سے مانع ہونے سے۔ اور
دوسروں کی اصلاح کرنا مراد نہیں خصوصاً جو خود اصلاح چاہے کیونکہ اصلاح
تو ماوراء ہے تو اس سے کیسے مانعت ہوگی البتہ اس اصلاح کے کچھ شرائط
واموانع ہیں جو اپنے مقام میں منضبط ہیں

الحديث احذر والاشماعة
الخفية العالم يجب ان يحسن
(فر عن ابی هريرة (ص) ف
فيه ذم للتعرف لا استجواب الناس
اليه بلطف الرفق وحسن القول
محبة الاستماع فان ذلك من
غوا ائله النفس لا مارة وفي المحمل
سلامة فاذا ابلغ الكتاب اجله
وخلعت عليه خلقة الارشاد
اقبل الناس اليه قهر لعظم هذا
حاصل في العزیزی ملخصاً
وهو محل قول الرمحي ۵

حدیث۔ شہوة خفیہ سے بچو اور
ایک صورت یہ بھی ہے کہ عالم اس
بات کو پسند کرے کہ اس کے پاس
لوگ بیٹھا کریں اس میں کسی
مذمت ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف
کشش کرنے کی کوشش نہ کیا دے
اس طرح سے کہ اذن کے ساتھ لطفت
و نرمی اور شیریں کلامی کا بڑا واس
غرض سے ہو کہ لوگ اس کے تابع
ہو جائیں کیونکہ یہ نفس امارہ کے
امراض میں سے ہے اور گناہی میں
سلامتی ہے پر جب نوشتہ تہذیب کا

۱۳

اسلام اور حق الناس

منصب تعلیم نوعی شہوتیست

ہر خیال شہوتی در رہتی ست

منوجہ ہوں گے کہ وہ اسپر (اس باب میں) زبردستی کریں گے (یعنی یہ نہ چاہیں گے)

اور لوگ پٹیں گے اور یہی (شہوتہ خفیہ مذکورہ) محل ہے مولانا رومی کے ارشاد کا

منصب تعلیم نوعی شہوتے ست

(یعنی تعلیم سے مراد وہ ہے جس سے مقصود اپنے لئے منصب حاصل کرنا ہو)

الحديث احذروا

الشهوتين الصوف والحن

ابوعبدالرحمن السلمي في سنن

الصوفية (فر عن حالته (ص)

فيه ذم حبل المشقة واتخاذ

الباس لها سواء كان في طرف

الخن او في طرف الخن -

۱۴

وقت آئیگا اور اوپر خلعت ارشاد

پسایا جائیگا۔ لوگ خود بخود اس طرح

منوجہ ہوں گے کہ وہ اسپر (اس باب میں) زبردستی کریں گے (یعنی یہ نہ چاہیں گے)

اور لوگ پٹیں گے اور یہی (شہوتہ خفیہ مذکورہ) محل ہے مولانا رومی کے ارشاد کا

ہر خیال شہوتے در رہتی ست

(یعنی تعلیم سے مراد وہ ہے جس سے مقصود اپنے لئے منصب حاصل کرنا ہو)

حدیث۔ دو شہرتوں سے بچو

ایک صوف سے دوسرے خت سے

ف اس میں مذمت ہے جب

شہرت کی اور شہرت کے لئے خاص

بہ اس اختیار کرنے کی خواہ اظہار

ترک زینت کے لئے ہو (جیسے

ریا کار صوفی درویشی کے اظہار کے

یئے پہنتے ہیں) خواہ اظہار حسن (وزینت) کے لئے ہو (جیسے ریاکار امرا

امیرانہ لباس خالص پریشم یا مخلوط بہ ابریشم کہ خزکی دونوں تفسیریں ہیں اظہار

شان کے یئے پہنتے ہیں غرض قصد آنہ امیر کی ظاہر کر کے نہ فقیری)

حدیث۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی

مجاورت و ملاہست کا حق اچھی طرح

ادا کرو (اور) اذکو اپنے سے پہکاؤ

مت (یعنی گناہ کر کے یا بقدری

کر کے۔ کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کسی قوم کے

پاس سے محضیت یا کفران کے سبب)

الحديث احسنوا

الله لا تنفروها فقلما زالت

عن قوم فعادت اليهم (رجل)

عن انس (هب) عن عائشة

(ص) في الحاشية للحنفي

احسان جوارها استعجالها

فما خلقت له ولا تنفروها

ای تزیلہا و تبعہ و احسنہ بفعل
المعاصی و من ثم
تروی القوم یستعظمون کل
نعمۃ وان کانت ہینۃ عند
الناس حیث یتعجب الناس
بما استعظماہم

تعجب کرتے ہیں (چنانچہ اگر اہل حق کے پاس ایک پیسہ ہی آتا ہے بہت
بشاشت سے اس کو دیتے ہیں اگرچہ اس سے دل کو لگاؤ نہیں ہوتا)

الحديث أحب للناس
ما تحب لنفسك تكن مسلماً
رای کاملاً (البیہقی)

فیہ الدلالة علی کون الصوفیۃ
مسلمین کاملین نسبقہم فی
ہذا الوصف علی من عدلہم

ہے حضرات صوفیہ کے کامل مسلمان ہونے پر کیونکہ وہ اس صفت میں
دوسرے لوگوں پر سبقت رکھتے ہیں۔

الحديث اجوا المساکین
وجالسوہم للذلی فی مسند
الفر دوس و ہذا الحب
والجھالۃ کالطبیعة للقوم

پاس بیٹھنا (اور اہل حق کے قریب سے مار و نفرت نہ کرنا جیسا متکبرین کرتے
ہیں) یہ حضرات صوفیہ کے لیے مثل امور طبعیہ کے ہے۔

الحديث اخروہ الاحمال

جاتی رہی ہوں اور پہراؤن کے
پاس واپس آئی ہوں ف ہوج
سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو
کہ وہ اہل حق کی بھی بڑی قدر
کرتے ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں
اور اتنی قدر کرتے ہیں کہ لوگ اس کی

تعبیر کرتے ہیں (چنانچہ اگر اہل حق کے پاس ایک پیسہ ہی آتا ہے بہت
بشاشت سے اس کو دیتے ہیں اگرچہ اس سے دل کو لگاؤ نہیں ہوتا)

حدیث اور لوگوں کے لیے
وہی بات پسند کر جو اپنے نفس کے
لیے پسند کرتا ہے (ایسا کہنا
سے تو (کامل) مسلمان ہو

۱۵ جائے گا۔

ف اس میں دلالت
ہے حضرات صوفیہ کے کامل مسلمان ہونے پر کیونکہ وہ اس صفت میں

دوسرے لوگوں پر سبقت رکھتے ہیں۔

حدیث مساکین سے محبت
رکھو اور اہل حق کے پاس بیٹھا کرو۔

ف مساکین سے محبت رکھنا
اور (اویکی خاطر کرنا) اور اہل حق کے

پاس بیٹھنا (اور اہل حق کے قریب سے مار و نفرت نہ کرنا جیسا متکبرین کرتے
ہیں) یہ حضرات صوفیہ کے لیے مثل امور طبعیہ کے ہے۔

حدیث (جانور پر ہر سبباً قربا

بہشتی را کہ در دنیا

لحمہ و در دنیا و بہشت

فان لا یدى مغلقة والا رجل
 موثقة (د) فی مراسیلہ عن الزہری
 ووصلہ البزار (رح طس) عن
 سعید بن المسیب عن ابیہ
 نعیم (رح) قال العزیزی وسببہ
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 رای جملاً حملہ مقدّم علی یدہ
 فذکرہ والقصد الرفق بالذابة
 ما امکن **ف** فیہ فصل
 القوم حیث یلعون ہذہ
 الدقائق لكل احد حتی
 فی الدواب

عنا الراشد علی الدواب

۱۶

پیچے سٹا کر رکھو کیونکہ (بہت آگے
 بڑھا کر رکھنے سے) اوس کے ہاتھ
 (بوجھ پڑنے سے) گویا بندہ جاتے
 ہیں اور (بہت پیچھے ہی مت رکھو
 اس سے) گویا پاؤں بندہ جاتے ہیں
 سبب اس ارشاد کا یہ تھا کہ بنی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا
 جس کا بوجھ اوس کے ہاتھوں کی
 طرف بڑھا ہوا رکھا تھا اس لئے
 آپ نے یہ ذکر فرمایا اور مقصود آپ کا
 جانور کے ساتھ نرمی کرنا ہے جانتا کہ
 ممکن ہو **ف** اس میں صوفیہ کی
 فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرات ایسے دقائق کی ہر ایک کے لئے
 رعایت کرتے ہیں حتیٰ کہ جانوروں کے بے بھی (جس کا سبب رحم و انصاف
 کا کمال ہے)

حدیث اپنے دین میں اخلاص
 پیدا کر پیر تجھ کو عمل (ظاہری) میں
 سے قلیل ہی کافی ہوگا **ف** اسی
 مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو۔ کہ
 اخلاص کے لئے اون کا اہتمام
 تکثیر اعمال کے اہتمام سے زیادہ
 ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض کی نسبت
 لوگوں کا خیال ہوتا ہو کہ انکی اعمال قلیل تھے

الحدیث اخلص دینک
 یکفک القلیل من العمل
 ابن ابی الدنیا فی الاخلاص
 (لہ) عن معاذ **ف** ومن
 شترى القوم یكون اہتمامهم
 بالاخلاص اکثر من اہتمامهم
 باکثار الاعمال حتی ان بعضهم
 یحسب الناس قلیل الاعمال

لکن القلیل من الاعمال باہتمام بہتر من

ولا يدون ان علمه الباطن الذي
هو اكمل وافضل من الاحمال
الظاهرة الزائدة بهذا الحديث
ليس بقليل۔

الحديث اخبر لسانك
الا من خير الطيبي في وشرح
تري السكوت غالباً على التكلم
في اكثر القوم لان الخبي من
الكلام قليل ومن دفع الغلبة
الخبي في كلامه لا يبالى من
اكثر له وهو ما مل في عين
الا كثر بعد الحديث

کی حالت میں بھی اس حدیث پر عامل ہے (جیسا ظاہر ہے)

الحديث اذما افتقر الله
تعالى عليك تكن من اعب الناس
واجتنب ما حرم الله عليك
تكن من اورع الناس وارض
بما قسمه الله لك تكن من اغنى
الناس رعد بن ابن مسعود
ف هو من اجمع خصال الحقيقة
الصوفية فانهم يكتفون بالقرآن
اشد اعتناء ومن عداهم
اعتناءهم بالنوفل اشد من

اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس شخص
کا عمل باطنی تسلیل نہیں جو کہ اس حدیث
کی رو سے احوال ظاہر و زائد سے افضل
واکمل ہے۔

حدیث اپنی زبان کو محفوظ رکھ، مگر
کلام خیر سے۔ **ف** اور اسی لیے اکثر
صوفیہ میں سکوت کو تکلم پر غالب دیکھتے
ہو کیونکہ کلام غیر قلیل ہی ہوتا ہے
باقی جسکو اسکی توفیق عطا ہو جائے کہ
اوس کے کلام میں خیر غالب رہتی ہو
وہ کثیر فی الکلام سے بھی پاک نہیں
رکھتا اور ایسا شخص عین کثرت کلام

حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے جس (عبادت)
کو تجھ پر فرض کیا ہے اسکو (اچھی طرح)
اداکر تو تمام آدمیوں سے زیادہ عابد
ہو جائے گا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ
نے تجھ پر حرام کیا ہے اوس سے پرہیز
کر تو سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار
ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جتنا تیرا
حصہ مقرر فرمایا ہے تو اوس پر راضی
رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہو جائے گا
ف یہ حدیث محققین صوفیہ کی

الفرأرض لها فيه من الشجرة
عند الناس عا من علم ان الفأرض
ليست في هذا العالم والخاص
وكن ذلك يعكفون بالكتب عن
المعاصي اكثر من الكتاب
الفضائل ومن سواهم يكون
اشتغالهم بالفضائل اكثر
لذلك السرحينه من الشجرة
بين الناس لان الفضائل لها
صورة مشاهد بجزالة المعاصي
لكون هذه التروك عديمة وكذلك
ذكر فيه اساس غناهم من
الرضى بقسم الله تعالى
لا ادرأوهم بنعم الله تعالى
كذاب المتكبرين۔

۱۸

خصال کی جامع ترین ہے کیونکہ وہ
حضرات کرام اللہ کا سمجھنا اہتمام
کرتے ہیں اور دوسرے (غیر محقق)
لوگوں کا اہتمام لوافل میں فرائض
سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں
عوام میں زیادہ شہرت ہوتی ہے
اس خیال سے کہ فرائض میں تو عوام
و خواص سب برابر ہوتے ہیں (تو خواص
کا عوام سے کیا امتیاز ہوا) اسی طرح
محققین معاشی سے بچنے کا اہتمام
کب فضائل سے زیادہ کرتے ہیں
اور دوسرے لوگوں کا اہتمام فضائل
میں زیادہ ہوتا ہے جس کا وہی ماز
ہے کہ لوگوں میں اس سے زیادہ
شہرت ہوجاتی ہے کیونکہ فضائل کی

ایک صورت ہے جو مشاہدہ میں آتی ہے بخلاف ترک مہمی کے کہ اس کی کوئی
صورت نہیں کیونکہ اون کے ترک عدمی ہے (جیسے غیبت نہ کرنا بدگماہ نہ کرنا
بایضال نہ لانا کہ سالہا سال ہی دوسرے کو ان کا پتہ نہیں لگتا بخلاف تسبیح تہلیل
و لوافل کے کہ اون کا سب مشاہدہ کرتے ہیں) اسی طرح اس حدیث میں محققین
کی غنا کی بنا پر بیان کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا نہ کہ اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کا حقیر سمجھنا جیسے متکبرین کی عادت ہے (کہ اون کی غنا کی بنا پر حقیر
نعم حق ہے جو کہ کفران ہے اسی لئے یہ لوگ بڑی چیز سے ایسی سختی نہیں
ہوتے جیسے چوٹی چیز سے استغفار ظاہر کرتے ہیں بخلاف عارفین محققین

کے کہ وہ جیسے بڑی چیز کی قدر کرتے ہیں ویسی چھوٹی چیز کی قدر طمع نہ اس کی کرتے ہیں نہ اس کی)

الحديث ادوا العزائم و
اقبلوا الخصر دحو الناس
فقد كفيتهم (خط عن
ابن عمر (رض) فيه ارشاد
الى مخ الاخلاق وهى اداء حقوق
الناس على نفسه كمال واغضاه
النظر عن حقوق نفسه على الناس
وترك التعرض لهم ما لم يضطر
فهو من الاخلاق مباني الراحة
الظاهرة والباطنة وهذه
الاخلاق كانها جلة فى الصفة

حدیث - دوسروں کے کارمل
حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق میں
سکری درجہ بھی قبول کر لو اور لوگوں
سے تعرض چھوڑ دو ان خصال کی
بدولت اون لوگوں سے کفایت
کریئے جاؤ گے (یعنی تم کو کوئی شے
پہنچا دے گا)

ف - ہمیں اخلاق کا مغز بتلادیا
گیا ہے یعنی لوگوں کے جو حقوق
اپنے ذمہ ہیں اون کو کامل طور پر
ادا کرے اور اپنے جو حقوق دوسروں

کے ذمہ ہیں۔ اون میں چشم پوشی کرے اور لوگوں کے اقوال و افعال سے ملامت
سے کوئی تعرض نہ کرے جب تک (جس یا شرعاً) ضرورت شدید نہ ہو۔ سو یہ
اخلاق بنا رہیں راحت ظاہری و باطنی کی اور یہ اخلاق صوفیہ میں مثل امور
جلی کے ہیں (اس سے تفصیل اس جماعت کی ثابت ہوتی ہے)

حدیث - جب اللہ تعالیٰ تجھ کو مال
عطا فرماوے تو تجھ پر وہ مال نظر ہی
ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو
پسند فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے دیئے ہوئے مال کا اچھا اثر
اپنے بندہ پر دیکھیں (اور باوجود وصیت)

الحديث ۱۰ اذا نالک الله
مالاً فلیر علیک فان الله
یحب ان یرى اثره علی عبده
حسناً ولا یحب البقس ولا
التباً و س (ثم طبوا الضیاء
عن زید بن ابی علقمة رحمہ)

اختلاف الحادات فی لباس الخشن

۲۰

فی الغریزی قوله البوس فی الخشن
فی الملبس قوله التیاؤس ای اظہار
التخون للناس ام و فیہ
تعلیم للینتہ فی حسن الملبس
وہو للقاء در علیہ ان یلبس
ما یوہم الفقر والفاقة وهو
منہد بالذلائل بارتقاء الموضع
من التیہ والبطر بالملبس
ومن یخاف علیہ ہذا اتوا
بالبن اذہ ویصار فیہ الی حکم
القلب السلیم کقولہ الکاملین
وہو معنی قول الخفی ومحلہ
ان لو تکن تحت یشیخ مرہب
لک لاجل ان یطہرک فالاولی
لک جینتہ لبس الخشن فاذا
طہر قلبک فالاولی لک لبس
الشیاب الحسنۃ ام وقد
یرحم لبس الخشن للتواضع
وعادات القوم فیہ مختلفۃ
فمنہم من یلبس الخشن اظہاراً
للنعمۃ ومنہم من یلبس الخشن
اختیاراً للتواضع والکل ماجور
بنیۃ ومتبع لسلۃ نبیہ

مفسلۃ صورت کو اور (لوگوں کے
سامنے) مفسلۃ صورت بنانے کو
پسند نہیں کرتے۔

ف اس میں تعلیم ہے کہ خوش
لباسی میں کیا نیت رکھے (یعنی لہجہ
نعمت نہ کہ اترانا اور دوسروں کو
حقیر سمجھنا) اور ایسے شخص کو
جو کہ خوش لباسی پر قادر ہو اس کی ثنات
ہے کہ ایسا لباس پہنے جس سے
شبہ ہو کہ یہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو
اور اس حکم میں دو کمر دلائل سے
یہ قید ہے کہ (خوش لباسی کے دوسرے)
موانع ہی مرفوع ہوں مثلاً لباس
پتہ کر نیسٹھ مڑو کرنا اور جس شخص پر
اس کا احتمال ہو اس کو غیر مرتین
لباس پہننے کا حکم دیا جائے گا اور
اس (کے فیصلہ) میں قلب سلیم کی
طرف رجوع کیا جاوے گا (یعنی
اس سے شہادت لیں گے) جیسے
کاملین کے قلوب ہوتے ہیں
اور یہی معنی ہیں علامہ حنفی کے قول
کے (اس حدیث کے متعلق) کہ اس
مضمون کا موقع اس وقت ہی تھا کسی

فلا تقم فی احدی الطعن الا علاناً | ایسے شیخ کو ماتحت نہ ہو جو تیرے کیسے تیرے شیخ
 کرتا ہو۔ (یعنی تو تربیت کے مستغنی ہو گیا ہو اور خود طلب علم عطا ہو گیا ہو کیونکہ ایسے
 وقت میں (یعنی جب تو شیخ کے مستغنی نہ ہو اس وقت) تیرے لئے اولیٰ یہ ہے
 کہ موٹے چھوٹے کپڑے پہنے (تا کہ نفس میں کوئی غرابی پیدا نہ ہو جاوے)
 پر جب تیرا قلب (ان روزاں) سے پاک ہو جاوے تو تیرے لئے اولیٰ یہ ہے
 کہ اچھا لباس پہنے اور کبھی موٹے کپڑے پہننے کو تواضع کی وجہ سے ترجیح
 ہو جاتی ہے (اور اس کی فضیلت دوسری حدیث میں آئی ہے) اور اس
 باب میں اہل طریق کی عادت مختلف ہے بعض اچھا لباس پہنتے ہیں
 اظہار نعمت کی وجہ سے بعض موٹے چھوٹے کپڑے پہنتے ہیں تواضع
 اختیار کرنے کے لئے۔ اور ہر ایک کو اس کی نیت پر اجر ملتا ہے اور
 سب سنت نبویہ کے متبع ہیں (جیسا اوپر گذرا کہ دونوں میں حدیث وارد
 ہے) پس تو کسی طرح سے اعتراض مت کرنا۔

۳۱

حدیث جب مجھ پر کوئی ایسا دن
 آئے جس میں ایسے علم میں ترقی نہ کروں
 جو مجھ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے
 تو اس دن کے طلوع شمس میں مجھ کو
 برکت نصیب نہ ہو۔ **ف** یہ حدیث
 دو امر پر دلالت کرتی ہے ایک
 ترقی علم چھ برس کے واجب ہونے
 پر کیونکہ وعید جو بے برکتی کی دعا سے
 مفہوم ہو رہی ہے ترک واجب ہی
 پر ہو سکتی ہے اور اسی مقام سے
 تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ منہ ہی

الحديث - اذا اتى على يوم
 لا اذاد فيه علما يقربني الى الله
 تعالى فلا بورا لي في طلوع
 الشمس لك اليوم (طس حد حل)
 عن عائشة (رض) **ف** دل علی
 امرین احدهما وجوب الحرص
 علی زیادة العلم فان الوعد
 المفہوم من الدعاء بالمشوم
 لا یکن الا علی ترک الواجب
 ومن ثم تری اهل الطریق
 لا یفارقون شیوخهم وان كانوا

صنعتین فی الطريق حصصاً علی
ریادة المعارف والشافی
تعیین العلم المطلوب ہو
ما یزید فی القرب الی اللہ
تعالیٰ وما عداہ ان کان خادماً
فہو ملحق بہ وان لو یکن خادماً
فہو لیس بعلوم

فی الطريق ہو کہ ہر ایک اپنے شیور سے
(بلا ضرورت) جدا نہیں ہوتے بوجہ
حرص زیادت علوم و معارف کے
وہ کہ علم مطلوب کی تعیین پر دلالت
کرتی ہے اور وہ علم مطلوب وہ
علم ہے جس سے قرب حق میں قریبی
ہو اور اس کے ماسوا دوسرے

علوم اگر علم مطلوب کے خادم ہوں تو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور اگر خادماً
نہ ہوں تو وہ علم نہیں۔

الحديث اذا انكلم كريم
قوم فاكرموه (۱) عن ابن عمر
البنار وابن خزيمة (طب
عده) عن جرير بن الزبير
ابن هريرة (عده) عن معاذ
وابن قتادة (لک) عن جابر
(طب) عن ابن عباس (عن
عبد الله بن عمر بن عساکر
عن انس وعن عدي بن
حاتم الدؤلابی فی الکفی
وابن عساکر عن ابی راشد
عبد الرحمن بن عبد بلفظ
شریعت قومہ (صح) وفي
رواية اذا انكلم الزرافا کره

حدیث۔ جب تمہارے پاس
کسی قوم کا معزز شخص آوے
تو اس کی عزت کرو۔ اور ایک
روایت میں شریف کا
لفظ آیا ہے۔

ف۔ اور ایسے لوگوں کا اکرام
صوفیہ کی عادات میں سے
ہے بدو و مشرق کے ایک
آئے والے میں اور دوسرے
آئے والے میں اور ظاہر طلاق
الفاظ حدیث کا یہی ہے
اور اسی اطلاق کو حنفی نے لیا
ہے کہ کریم کی تفسیر کی ہے
یعنی کسی قوم کا شریف ہو

رو عن ابن عباس في الغزيري قال بالشليخ
 حديث حسن فوه من عادات الغز
 من غير فرق بين آت وآت هو قاهر
 الاطلاق وبلا اطلاق اخذ المحقق
 في تفسير الكرم اي شريفهم لو كان قاهر
 لانه ان لم يكن حصل له فقد فطلب
 لرفع الضرر ولو كان فاحيث في الضرر
 من عدم اكرامه ام وكن لا فاحيث
 الحال اكرام مطلق الزائر

الحديث - ۱۲۱ اذ اصابه
 جدًا ابتلا لمسمع لضرر عا
 رهب فر عن ابی هریرہ (رہب)
 عن ابن مسعود وكرم ورسن ورفا
 عليه ما في الغزيري وهو حديث
 حسن لغيره - ف ومن فهم
 هذه الحكمة. لو لم يخط القضاء
 واشتغل بالدعاء كان المحجوب
 ذي التفریط يشكو ولا كان المغلوب
 ذي الا فراط لا يدعي -

کیونکہ اگر اس کا اکرام
 نہ کیا جائے گا تو اس کو کینہ ہو
 جاوے گا۔ پس اس کا اکرام
 دفع ضرر کے لیے مطلوب
 ہے اگرچہ وہ کافر ہو جہاں اس کا
 اکرام نہ کرنے سے ضرر کا خوف
 ہوا ہے اور اس طرح اگر مطلق
 آنے والے کا اکرام کرنا مصلحت
 وقت ہو۔

حدیث جب اللہ تعالیٰ کسی
 بندہ سے محبت فرماتا ہے اس کو
 (کسی مصیبت میں) مبتلا فرماتا ہے
 تاکہ اس کے مال و زاری کو سنے
ف۔ اور جو شخص یہ حکمت سمجھ گیا
 وہ حکم قضا سے ناراض ہی نہ ہوگا اور
 دما میں مشغول ہی ہوگا نہ اس کی حالت
 محجوب کی طرح تفریط کی ہوگی کہ شکایت
 کرے اور نہ مغلوب الحال کی طرح
 افراط کی ہوگی کہ دعا ہی نہ کرے (یعنی)

ابتلا کی وقت عوام محجوبین کی عادات بجا کے رضی اللہ عنہم کے شکایت کی ہو
 اور تفریط اور کوتاہی ہے حکم مطلوب میں اور عوام مغلوبین کی عادت
 یہ ہے کہ وہ دعا کی ہی خلاف تقویٰ سمجھتے ہیں اور یہ افراط اور غلوب کے گور
 امیں غلبہ حال کے سبب معذور ہیں مگر تحقیق سے مراد وہ ہیں تحقیق یہ ہے

کہ وہ ماوراء قزوین میں کچھ تٹائی نہیں کیونکہ محقق عین عاکی حالت میں اسپر ہی عازم ہے کہ اگر یہ حاجت پوری نہ ہوئی میں اسپر بھی رہی رہونگا تو دعا اور رضا دونوں جمع ہو گئے اور یہ غرم رضا بعد ملائجل غرم بالمسئد والا لالحاح کے جو کہ حدیث لیغرم المسئد و حدیث ابن العکب الملکین فی الدعا میں مامور بہ و مطلوب ہے نیز تٹائی نہیں ایک غرم حال پر ہے اور ایک غرم احتمال مال پر ہے اور دونوں میں تضادم و تراحم نہ ہونا ظاہر ہے خوب سمجھ لو

الحديث ۱۱۵۱-۱۱۵۲ احب الله عبداً قذف حبه في قلوب الملائكة واذا بغض عبداً قذف بغضه في قلوب الملائكة ثم ينفذه في قلوب الادميين (سنن عن ابن) (ص) هذه اعظم علامات المحبوبة والمغضوبة عند الله تعالى وليكون شأن هذا الحب والبغض عند الادميين كشأنهما عند الملائكة يغير توقع نفع او خوف ضرر ولا يعتد بما يكون لاجل نفع او ضرر

حدیث - جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اسکی محبت فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے اور حب کسی بندہ سے بغض فرماتا ہے تو اسکا بغض فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ بہرہی محبت یا بغض آدمیوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ **ف** یہ بڑی علامت ہے عند اللہ محبوب یا مبغض ہونے کی اور اسی محبت اور بغض کی جو آدمیوں کے قلب میں ہوتی ہے شان ایسی ہوتی ہے جیسے فرشتوں کے قلب میں ہوتی ہے۔ یعنی بدو ن توقع کسی نفع اور بدو ن خوف کسی ضرر کے (ایسی محبت یا بغض علامت ہے حب و بغض عند اللہ کی) اور جو محبت کسی نفع یا ضرر کے سبب ہو اس کا اعتبار نہیں (وہ اسکی علامت نہیں)

الحديث ۱۱۵۱-۱۱۵۲ دخل الله الموحدین النار اماناً ثم فيها

حدیث - جب اللہ تعالیٰ موحدین کو آتش و نرغ میں (داخل کرے گا)

اماتۃ فاذا اراد ان يخرجهم
منها امسهم الم العذاب تلك
الساعة (فر) عن ابی هريرة
(۳) فان هذا من اعظم
النبشرات للمؤمنين المقوية
للرجاء لهم ومن شر ترے
القوم لا يحقرن احدا من اهل
الایمان ولو كان مستوجبا
للسار لان نارهم ليست
كنار اهل الکفر کما يشهد به
الحديث نصا انهم يكونون
مرحومين في عين العذاب
فيستحيون من تحقيق المرحومين
المرضيين عند الله تعالى
وفي الباب حديث اخر
في هذا الكتاب في كلمة
اما لفظه اما اهل
النار الذين هم اهلها
انهم لا يموتون فيه اولا يحرقون
وكن ناسا صابغهم النار
من نومهم فاماتهم (رای النکاح)
او اما تمم (رای الله) اماتة
حق اذا كانوا فيها اذن بالشغلة

ان کو اس میں موت دے دیں
گے پھر جب اس سے نکالنے
کا ارادہ کریں گے اس وقت
ان کو عذاب کی تکلیف پہونچا
دیں گے فایہ حدیث
مؤمنین کے لئے بڑی
بشارت ہے جو ان کے
لئے رجا کو قوت دیتی ہے
اور ایسے جو سے تم صوفیہ
کو دیکھتے ہو کہ اہل ایمان
میں سے کسی کو حقیر نہیں
سمجھتے اگرچہ وہ دگنا ہوں گے
سبب مستحق ناری کا ہو
کیونکہ ان کی نار اہل کفر کی
سی نار نہ ہوگی جب کہ یہ
حدیث تصریحاً اس
شاہد ہے کہ مؤمنین
عین عذاب کی حالت
میں ہی مرحوم ہوں گے
تو یہ حضرات
ایسے لوگوں کی تحقیق
سے شرماتے ہیں
جو مرحوم ہوں۔ اور بعد ازاں

الحديث (حممہ عن ابی سعید)
وفي الحاشية للحقن فان
قيل ما فائدة مكنهم
في جهنم مع عدم العذاب في
مدة الاقامة اجيب بان
فيه حبسهم عن التمتع في الجنة
في هذه المدة (م)

الحديث اذا اذاد الله
بعد عین آعابه الله فمنا
ر (عن النضر) (رض) ف
على كون بعض الشر من الرقيا
خير للعبد حيث يستدل
بها على صدره معصية منه
فيتوب فتكون خيرا له
ومن شر ترى العاصرين
يرون كل واقعة غير اختيارية
حكمة ورحمة وينتفعون بها

ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اس کے لیے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام
سے تم مارتے ہو کہ غیر اختیاری واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے
ہیں اور اس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

الحديث - اذا اردت
ان يحبك الله فابغض الدنيا
واذا اردت ان يحبك الناس

کو پسندیدہ ہوں۔ اور
اس مضمون کی ایک
اور حدیث یہی ہے۔
جو اسی کتاب میں مسلم
و مسند احمد و ابن ماجہ میں
ہے جو عربی حصہ میں مع قرآن
لکھی ہے)

حدیث - جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ
کے ساتھ بہلائی کا ارادہ فرماتے ہیں
تو اس کو خواب میں عتاب فرماتے
ہیں (یعنی اس کو خواب میں کوئی پریشا
واقعہ دکھلا دیتے ہیں) یہ حدیث
اس پر ال ہے کہ بعضا بڑا خواب ہی
بندہ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔ چونکہ
اس سے استدلال ہوتا ہے
کہ اس شخص سے کوئی معصیت صادر
ہو گئی ہے سو وہ اس سے توبہ کر لیتا
ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اس کے لیے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام
سے تم مارتے ہو کہ غیر اختیاری واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے
ہیں اور اس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

حدیث - جب تو چاہے کہ اللہ
تجہ سے محبت کریں تو دنیا کو مبغوض
رکھو اور جب چاہے کہ لوگ تجھے

کون دانت
۲۰
البر لا یغنی عنک ما طرحت من الدنیا و غیر ما دنت

فما كان من فضولها فابنزه
 اليهم (خط) عن رب سبي
 ما بين حراش مرسل (رض)
ف وهذا الاث من
 حب الناس في هذا الفعل
 من نبذ فضول الدنيا
 مشاهداتي مشاهد
الحديث - اذا احب
 الله عبد الميضة ذنب
 (الدليلي) **ف** ليس معناه
 انه يذنب ولا يضره
 كما ادعى الا باحيت بل المعنى
 انه لا يصلح عند الذنب
 فيضرة وان صد احبانا
 يتوب وليستغفر فيلتقى
 ضرورة ومن هذا الباب
حديث اعمال ما شئتم
 فقد غفرت لكم ومتفق
 عليه كن في المشكوة
باب جامع المناقب
 ولفظ المغفرة نص في كون
 الذنب ذنباً ولو كان
 مباحاً لكان حق العبارة

محبت کریں تو زائد دنیا کو ان ہی
 کی طرف پھینک دو۔ **ف** اس
 فصل میں یعنی فضول دنیا
 کے ترک میں یہ اثر ہونا
 یعنی لوگوں کے فتلوب
 میں محبت ہو جانا بالکل مشاہد
 ہے اور مشاہد ہی کس وجہ کا۔

حدیث۔ جب اللہ تعالیٰ
 کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے
 اس کو گناہ منہ سے نہیں پہونچا
 سکتا۔ **ف** اس کا یہ
 مطلب نہیں کہ وہ گناہ تو کرتا ہی
 مگر وہ اس کو مضر نہیں ہوتا اس طرح
 ہے کہ وہ اس کے لیے مصلح ہوتا
 ہے جیسا فرقہ اباجہ اس طرف
 گیا ہے (کہ کالمین ایسے درجہ
 پر پہونچ جاتے ہیں کہ ان کے
 لیے حرام ہی حلال ہو جاتا ہے
 نحو ذباہنہ) بلکہ مراد یہ ہے
 کہ اس سے گناہ ہی نہیں ہوتا
 جس سے مضر ہو اور اگر اچاننا
 صادر ہو جاتا ہے تو وہ توبہ اور
 استغفار کر لیتا ہے جس سے

فقد ارجت لکھا واحللتکم اس کا مزرعو ہو جاتا ہے۔ اور سی
 باجے یہ حدیث ہے (اہل بدر کے خطاب میں) کہ تم جو چاہو کر دینے
 تمہاری مغفرت کر دی اس میں لفظ مغفرت نص ہے کہ گناہ گناہ رہتا ہے
 (جب ہی تو مغفرت اس سے متعلق ہوتی ہے) اور اگر گناہ مباح ہو
 تو تجارت کا حق یہ تھا کہ میں نے مباح کر دیا یا حلال کر دیا۔

حدیث - جب تم میں کوئی شخص
 کہانے میں تعلیل کرتا ہے تو اسکا
 باطن نور سے بہر جاتا ہے ف
 اور یہ امر ایسا مشاہد ہے جس میں
 شک ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ
 تعلیل طعام صوفیہ کے عادات
 عامہ سے ہے مگر کسی خاص عارض
 کے سبب (اس کے خلاف ہو جاتا

الحديث - اذا اقل احدكم
 الطعام ملئ جوفه نورا (اللابی)
 ف وهذا مشاهد لا يشك
 فيه وهو من العادات العامة
 للقوم الا لعارض والمرا د
 بالقلة ما لا یجوز معرأ عن
 اداء الحقوق المطلوبة
 لله تعالى او للعباد۔

ہے) اور مراد قلت سے وہ درجہ مراد ہے جس میں ادائے حقوق
 مطلوبہ سے محروم وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں عاجز ہو جائے
 (اور سعدیؒ نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے

تا درو نور معرفت بینی
 حدیث - جب تم کہانا کھاؤ
 تو کچھ بچا دو ف اور اس میں
 جو صلیب میں ظاہر ہیں اور بڑی
 دقیق مصلحت یہ ہے کہ اس میں
 کہانا پیش کرنے والی کی راحت ہے
 اور اس کے اس ہم کا قطع کرنا ہے۔

انردون از طعام غالی
 الحديث - اذا اكلتم
 فافضلوا (اللابی) ف
 وفيه من المصلح ما لا یحفظ
 وادقها ان فيه راحة لمحد
 الطعام وقطع توهه مضیفا
 كان او خادما من اهل البيت

کون نورانی فضل العباد

۲۸

او غیر ہم بقار الحاجة الى الطعام
وهذا من الطيف الاحلاق
والحمد لله الذي الحمقى رعاية
هذا الخلق من سالت الزمان
على موافقة هذا الخاطر الحديث
وما وثر من الحسن القصعة فحمله
ما اذا لم يكن مصلحة في ابقاء
الطعام ولو يبق فيه معتدرا
معتد به من الطعام

برتن چائے والے کی فضیلت آئی ہے

کہ کہیں کہا کیسی حاجت نہ رہ گئی ہو۔
خواہ وہ پیش کرنے والا میزبان ہو
یا کوئی خادم ہو گھر والوں میں سے یا کوئی
دوسرا وہ یہ نہایت لطیف خلق ہے۔
اور میں خدا تعالیٰ کی جس نے اس خلق
کی رعایت تسلیم فرماتے میرے
تسلیمیں القافر را کہی ہے اس کے
حمد کرتا ہوں کہ یہ میرا خیال حدیث
کے موافق ہو گیا اور جب بیت میں جو
ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب چوڑے
میں کوئی مصلحت نہ ہو اور برتن میں کوئی معتد بہ مقدار طعام کی باقی نہ ہو +

۲۹ حدیث - جب بندہ توبہ (خالص)

کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے)
اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (ظالمہ) فظلم
اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے
جوارح کو بھی (بھلا دیتا ہے) اور
زمین کے نشانات کو بھی بھلا دیتا
ہے (یعنی جس جگہ وہ مصیبت کی تھی جو
قیامت میں گواہی دیتی) یہاں تک
کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت
میں ملتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی
گواہی دینے والا نہیں ہوتا۔

ف مدلول حدیث کا ظاہر ہے

الحديث (ج) اذا تاب العبد
النسي الله الحفظ ذنوبه وانسى
ذلت جوارحه ومعالم الارض
يجع يلقى الله وليس عليه شاهد
من الله بذنوب ابن عساكر
عن النسي (رض) ف مدلول
الحديث ذنوبه يمكن ان يوشح
منه بالقياس ما نقل عن بعض
العارفين ان من علام قبول التوبة
نسيان العبد للذنوب فان القلب
الذي يبرئ ذكر الذنوب كالجوارح
كما فرج به قوله تعالى ان السمع والبصر

والقواد کل اولئک کان عنہ
مسئولا ای کل واحد من هذه
الاعضاء کان عنہای عما نسب
الیہ مسئولا لیشہد علی صاحبہ
(تبصیر الرحمن) هذا هو السر فی
الافرقہ واما السر فی الدنیاء فهو
ان تذکر الذنب قد یکون
جوابا طبعیا من التوجہ
الی اللہ تعالیٰ لا نشرح فیسیہ
اللہ تعالیٰ ایاہ وعتک ان هذا
لیس بلازم ولا دایم فان
بعضہم یغلب عقلہ علی الطبع ۳۰
فلا یمنعہ الذکر عن التوجہ
فهذا العلامة لبعض افراد
القبول لا لجمیعہا۔

اور اس حدیث سے اس مضمون کو ہی
بجور قیاس کے جو بعض عارفین سے
منقول ہے کہ منجملہ ملاقات قبول کے
تو یہ یہی ہے کہ بندہ گناہ کو پہنچ جائے
ہے۔ کیونکہ قلب جس سے گناہ
یا درہلے وہی مثل جوارح کے ہر
جیسا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر
میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان کے
سوال ہو گا تا کہ یہ صاحب احضار پر
شہادت دیں (تو شاہدوں میں قلب
بھی داخل ہو گیا تو قلب کے ہی گناہ
کو ہو لایا جاتا ہے) اور یہ راز تو
آخرت میں ہے اور دنیا میں اسکا
یعنی بالخصوص قلب پہلے سے کیا
یہ راز ہے کہ گناہ کا یاد ہونا بعض افراد

بعض بلکہ کئی کے لئے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے
سے طبعی حجاب ہو جاتا ہے (اور حکمت الہیہ کسی بعض کی مصلحت سے طبعی
حجاب کو ہی رفع فرمادیتی ہے) اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ (پہل جانا)
نہ لازم ہے نہ دائم ہے کیونکہ بعض بلکہ کئی کی عقل طبعیت پر غالب ہوتی ہے
تو ایسے شخص کو یہ یاد ہونا توجہ سے ماقع نہیں ہوتا پس یہ علامت بعض افراد
قبول کی ہے نہ کہ سب کی (تو یہ ممکن ہے کہ نسیان ہو جاوے اور تو یہ
قبول نہ ہو بلکہ نسیان بوجہ غفلت کے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تو یہ قبول
ہو جائے اور نسیان نہ ہو۔ بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار

کر کے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے)

الحديث اذا تناول
احدكم عن اخيه شيئاً فليبع
اياها (د) فی مراسیل عن ابن
شہاب (قط) فی الافراد عن
عن النسب بلفظ اذا نزع (۳) و
معنی تناول اخذ من
بدنہ او ثوبہ فحقنہ کذا
فی العزیزی وفی حاشیة
الخفی لیکون سبباً فی المحبة
لانہ اذا الوبر رہا توح
انہ یضربہ **ف** فیہ من
دقیق الرعاۃ ملا یخفف و امثال
هذه الرعاۃ کانها من الطبیعا
للقوم۔

حدیث۔ جب کوئی شخص اپنے
بہائی (مسلمان) کے کپڑے یا بدن
سے کوئی چیز (بٹانے کے لئے)
لے (جیسے کوئی تنکا وغیرہ بال میں
لگ جاتا ہے اور دوسرا اسکو
نکال دیتا ہے) تو چاہئے کہ اسکو
وہ چیز و کملا دے اور ایک وقت
میں لینے کی جگہ یہ ہے کہ جب
کوئی (ایسی چیز) دور کرے۔ اور
لینے کے مضنیہ ہیں کہ اوس کے
بدن یا کپڑے پر سے تنکا وغیرہ
اٹک کر لے اسی طرح ہے شیع
عزیزی میں (جیسا اوپر بیان کیا
گیا) اور خفی کے حاشیہ میں (اسکی

۳۱

حکمت یہ بیان کی گئی ہے تاکہ محبت کا سبب ہو کہ جب وہ دیکھے گا
نہیں بعض اوقات اسکو شبہ ہوگا کہ میرے ساتھ تسخر کرتا ہے (یعنی
دیکھ کر تو سمجھ گیا کہ اسکو میرا اتنا خیال ہے کہ میری ذرا سی بدنمائی بھی اسکو
گوارا نہیں اس کے ازالہ کا اہتمام کرتا ہے اور اس کا موجب ازدیاد
محبت ہونا ظاہر ہے ورنہ بے دیکھے شبہ ہو سکتا ہے کہ میرے
بدن یا کپڑے کو تو چکر میرے ساتھ دل لگی کرتا ہے **ف** اس حدیث
میں (اپنے رفیق کے خدمات کی) کس قدر رعایت ہے جیسا کہ ظاہر
ہے اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں (کسی وقت

غفلت یا کوتاہی نہیں ہوتی)
الحديث اذا جاء الموت
 لطالب العلم وهو على هذه
 الحالة مات وهو شهيد (البحار
 عن ابی ذر و ابی ہریرۃ رض)
ف العلماء الدینی يشمل
 جميع انواعه فدخل فيه علم
 اصلاح الباطن فدل الحديث
 على ان المشتغل به لومات
 في اثناء السلوك كان له اجر
 الكامل وهو مدلول كونه
 شهيداً لان الشهيد هو
 الكامل في القوة العملية كما
 ان الصديق هو الكامل في
 القوة العملية

۳۴

الحديث - اذا حاك
 في نفسك شئ فذعه (حم حبك)
 عن ابی امامہ فی العزیزی
 قال الشيخ حديث صحيح **ف**
 دل بصریہ علی ما قال القوم
 انه لا يكتفى في العمل بالفتوى
 بل يترك ما حاك في النفس ان
 افنى باباً تحت هذه في الترك

حديث - جب کسی طالب علم کو طاعت
 کی حالت میں موت آجائے تو
 وہ شہید ہو کر مرنے لے **ف** علم
 (یعنی دینی) اپنے جمیع انواع کو شامل
 ہے اس میں اصلاح باطن کا علمی
 آگیا پس حدیث اس پر دال ہے۔
 کہ اس میں جو شخص مشغول ہو اگر
 وہ اثناء سلوک میں مر جائے
 اس کو کامل جو ملتا ہے اور شہید
 ہونیکا یہی مدلول ہے۔ کیونکہ شہید
 کی حقیقت یہی ہے جو قوت عملیہ
 کامل ہو۔ جیسا صدیق وہ ہے
 جو قوت عملیہ میں کامل ہو۔

حديث - جب تیرے جی میں کوئی
 چیز کھٹکے تو اس کو چھوڑ دے
ف حدیث صراحۃ صدیق کے
 اس قول پر دلالت کرتی ہے
 کہ عمل میں شخص قوی پر اکتفا نہ
 کرے بلکہ جو چیز دل میں کھٹکے
 اس کو بھی چھوڑ دے اگرچہ فتوے
 اس کی اہمیت کا ہو جائے اور تیرے

کما دل علیہ صریح اللفظ لا فی
الفعل فما افقی تبوک لا یفعله
وان شهد القلب با باحتہ
فلا مساع فی الخلیع المد
للطریق۔

جیسا کہ حدیث کے صریح الفاظ اس پر
دال ہیں اور یہ فعل میں نہیں پس جس
چیز کے ترک کا فتویٰ دیا جائے اور سکو
فعل میں نہ لاوے اگرچہ قلب سکے
جائز ہو نیکا قوی دیتا ہو پس اس

تفصیل کے بعد حدیث میں ایسے شخص کو گناہ نہیں جو (شرعیات سے)
آزاد اور طریق کا مدعی ہے (جو یوں کہتے ہیں کہ دیکھو حدیث سے معلوم ہوا
ہے کہ شریعت کے علاوہ جائز ناجائز کا معیار کوئی اور چیز ہے کہ اس کے
سامنے فتویٰ بھی معتبر نہیں وجہ گناہ میں نہ ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں
سلا میں امتیاط کی گئی ہے حرام میں وسوسہ نہیں دیتی اور احتیاط خود مقام
شرع سے ہے تو شریعت کا حجت نہ ہونا اس سے کیسے معلوم ہوا خیر بہرہ

الحديث۔ اذ احسنتم فلا
تبعوا واذ اظننتم فلا تحققوا واذ
تظننتم فامضوا وحل الله فوق كلنا
(حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما) ومعنى
لا تبعوا لا تجاوزوا الحد باربعين
في ذوال نعتة المحسوس ومعنى لا تحققوا
اي بالتجسس اتباع مو اردة
ومعنى فامضوا اي لا يلتفت احدا
الى ذلك فامضوا المقصد كما كذا
في العزيز في الخفي ويحتمل ان
ليكون معنى لا تحققوا اي لا تدققوا
ويستثنى من التجسس تجسس

حدیث عبت تکوئی محمد پر ہو
تو حد سے مت نکلو۔ اور جب تکوئی کسی
سے بدگمانی پیدا ہو تو درپے تحقیق
مت ہو اور جب تکوئی کسی میں بدشگونی کا خیال
پیدا ہو تو اس پر کام کو کر گزرو یعنی
اس سے روکنیں) اور اللہ تعالیٰ
پر توکل کرو۔ اور حد سے نہ نکلنے کا
مطلب یہ ہے کہ محسوس کی نعمت کے
زمان میں سعی مت کرو اور درپے
تحقیق نہ ہو نیکا مطلب یہ ہے کہ
اس واقعہ کا تجسس مت کرو
اور اس شخص کی آمد و رفت کے

لا تنہا بالامور والہادیۃ وحکم الامور بالامور والہادیۃ

اهل الشر الفساد والخیر
تصریح بان الجبر غیر مکلف
بالامور الغیر الاختیاریۃ فلا یجوز
تلك الامور انما هو مکلف بالامور
الاختیاریۃ فالجسد والظن
ووسوستہ الطین امور غیر اختیاریۃ
فلو یا مصلی اللہ علیہ یقلعها
من النفس انما امر بان لا یعمل
بمقتضی هذه من البغی والتحقق
والکف عن الفعل المقصود
وهذه المسئلة کاٹھا نصف
السلوک فتعکرم تشکر

۳۴

مواقع کی تلاش مت کرو اور اس
کام کو کرگزین کا مطلب یہ ہے کہ
اس بدشگونی کی طرف التفات
مت کرو اور اپنے مقصود کو گزرو
مشرع عزیز ہی اور حاشیہ غفی میں
اسی طرح ہے اور لا تحقیق کے معنی
(جو کہ بدگمانی کے متعلق نہ پایا ہو)
یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس بدگمانی
کو (محقق اور) یقینی مت سمجھو اور اس
جس سے اشتراک و مفیدین کے
حالات کا تجسس مت ہے۔

ف۔ اس حدیث میں تصریح ہے
کہ بندہ امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں سوائے امور سے متکرم میں پڑنا چاہو
(مثلاً یہ کہ حسد کا خیال کیوں پیدا ہوا اور یہ بدگمانی کیوں پیدا ہوئی اور بدشگونی
کیوں پیدا ہوئی) بلکہ صرف امور اختیاریہ کا مکلف ہے (اور وہ امور اختیاریہ
ان امور غیر اختیاریہ کے متقنا پر عمل کرنا ہے) پس حسد اور بدگمانی۔ اور
وسوسہ بدگمانی کا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ حکم نہیں سنا یا کہ ان چیزوں کا نفس سے ازالہ کرنا چاہئے صرف یہ حکم
سنایا کہ ان کے متقنا پر یعنی تجا و ز عن الحد اور تحقق ظن اور ترک فعل
مقصود پر عمل نہ کیا جائے اور یہ مسئلہ گویا نصف سلوک ہے پس غور کرو
اور تشکر کرو

حدیث۔ جب تم لوگوں سے
بات کرو ایسی بات مت کرو جو آنکھوں

الحدیث۔ او احدا شتم
الناس فلا تحذوهم بما یفرغهم

للدلی فی القصر عا الدلی
بان یوقم السامعین فی الھول
والقلق بلا ضررة وللدینی
بان یکون ظاہر محالفا
للدین فیتقون فی الوحشة
والخیر اوفی الضلال ارضوا
اوفی التضلیل ان کذبوا وفیہ
رح علی من نقل من نکات المتصو
ملا یبلغہ فہم السامعین
کدین المدعین الذین
یطلبون الجاہ والشہرة بین
العوام ویرغم انہم یعلمون
ملا یفہم احد

بیان کرے جہاں سامعین کی فہم کی رسانی نہ ہو جیسے مدعیوں کا شیوہ ہے
جو جاہ اور شہرت بین العوام کے طالب ہیں عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ
وہ ایسی باتیں جانتے ہیں جن کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

الحديث - اذا خاف الله
العبد اخاف الله منه كل شيء
واذا لم يخف العبد الله اخاف
الله من كل شيء (عق) عن ابی
(ض) ف وهذا مشاهد
فی القوم یخافہم کل الناس
حتى الامراء والسلطان من جرن

پریشانی میں ڈالے۔ ف یہ پریشانی
عام ہے خواہ دنیوی ہو اس طرح سے
کہ سننے والوں کو ہول اور منظر اس
میں ڈال دے بلا ضرورت خواہ
دینی ہو اس طرح سے کہ وہ بات
ظاہر اُردین کے خلاف ہو تو
سننے والے یا تو وحشت اور
حیرت میں پڑیں گے (اگر نہ تصدیق
کی نہ تکذیب کی) یا ضلال میں
پڑیں گے اگر تصدیق کی یا تضلیل
میں پڑیں گے اگر تکذیب کی اور
اس حدیث میں ایسے شخص
پر رہے جو ایسے نکات تصوف

بیان کرے جہاں سامعین کی فہم کی رسانی نہ ہو جیسے مدعیوں کا شیوہ ہے
جو جاہ اور شہرت بین العوام کے طالب ہیں عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ
وہ ایسی باتیں جانتے ہیں جن کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

حدیث - جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے
ہر چیز کو خائف کر دیتے ہیں اور جب
بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ
اسکو ہر شے سے ڈلاتا ہے ف
اور اس امر کا صوفیہ میں مشاہدہ ہوتا
ہے کہ اون سے سب لوگ ڈرتے

ان یكون عندهم شيء مما يخاف منه
ولا يخافون احداً

سامان خوف کا ہو۔

الحديث ۱۰ - اذا خفيت

الخطية لا تضر الا صاحبها

واذا اظهرت فلو تغيرت

العامة (طس) عن ابی ہریر

(ح) ف ظاهر الحديث يرجح

على القوم حيث يامسون

الطالبين باظهار عيوبهم فيها

ذنوبهم والحديث يدل على

ان خفاها اسلم من ظهورها

والجواب ان المنكر هو الاظهار

من غير مصلحة واما الاظهار

بضرورة المعالجة فمطلوب

لان مقتضى المطلوب

هو المعالجة كما ان كشف

العورة يسهل عنه بلا ضرورة

وجود فيه عند الطيب

بضرورة المعالجة وبؤيرة

قوله صلى الله عليه وسلم لما نشأ

في قصة الافك يا عائشة

انه بلغني عنك كذا وكذا

ہیں حتیٰ کہ امرار اور سلاطین ہی بدو

اس کے کہ اوں کے پاس کوئی

سامان خوف کا ہو۔

حدیث - جب گناہ مخفی رہتا ہے

صرف کرنے والے ہی کو مضر ہوتا

ہے اور جب ظاہر ہو جاوے پھر

متغیر کیا جاوے تو پھر سب کو

مضر ہوتا ہے (کیونکہ اطلاع کے

بعد او سپر نکیر واجب ہتی اور ترک

واجب سے گناہ ہونا ظاہر ہے)

ف ظاہر حدیث سے صوفیہ

پراعتراض ہوتا ہے کہ وہ طالبین

کو حکم دیتے ہیں کہ (ہمارے

ساتھ) اپنے عیوب ظاہر کریں

اور ان عیوب میں ان کے گناہ

ہی ہوتے ہیں - اور حدیث اسپر

وال ہے کہ اوں کا مخفی رہنا پسند

ظاہر ہونے کے اسلم ہے اور جو

یہ کے منکر وہ اظہار ہے جس میں

کوئی مصلحت نہ ہو باقی جو اظہار نہ

مصلحت معالجہ کیے ہو وہ مطلوب

ہے کیونکہ وہ مقدم ہے مطلوب کلی

اور یہ مطلوب معالجہ ہے جیسے شرک

الخطية لا تضر الا صاحبها
واذا اظهرت فلو تغيرت
العامة (طس) عن ابی ہریر
(ح) ف ظاهر الحديث يرجح
على القوم حيث يامسون
الطالبين باظهار عيوبهم فيها
ذنوبهم والحديث يدل على
ان خفاها اسلم من ظهورها
والجواب ان المنكر هو الاظهار
من غير مصلحة واما الاظهار
بضرورة المعالجة فمطلوب
لان مقتضى المطلوب
هو المعالجة كما ان كشف
العورة يسهل عنه بلا ضرورة
وجود فيه عند الطيب
بضرورة المعالجة وبؤيرة
قوله صلى الله عليه وسلم لما نشأ
في قصة الافك يا عائشة
انه بلغني عنك كذا وكذا

فان كنت بريئة سيبرئك الله
وان كنت ائمت بذنب فاستغفر
الله وتوب الىه مع قولها في
الحجاب للن قلت لكم بريئة
لا تصدقوني والن اعترف لكم
بامر الله يعلم اني منه بريئة
لتصدقني - رواه البخاري وجه
التأييد ان عائشة فحمت من
قوله صلى الله عليه وسلم ان
كنت ائمت بذنب فاستغفر
الله ان تعترف وتقب بدليل
قولها للن اعترف و لم ينكر
صلى الله عليه وسلم على هذا
الفهم حيث لم يقل اني ما اذنت
الا عتوات بل محض التوبة
ولو خضيا فالتجسس في عان في ع
يكون المقصود منه الاصلاح
على العيب بالتقوية واقتضاه
وهو المنع عنه وفتح يكون
لمصلحة من اصلاح اخيه او دفع
ضرر عن نفسه و هو غير منكر
فانهم

سے استغفار کر لیں یہ ہمیں کہ اقرار کر کے توبہ کر لو جس کی دلیل ان کا یہ قول ہے کہ اگر میں اقرار

بما ضرورت مانت ہے اور ضرورت
کے وقت بغیر ضرورت معالجہ طیب کے
مروا جازت ہے اور اس کی تائید
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عائشہ
سے قصہ افک میں فرمایا تھا کہ اے عائشہ
مجھ کو تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر ہو چکی ہے۔
سو اگر تم بری ہو تو بہت جلد اللہ تمہارے
تکبر پر فریضے اور اگر کسی گناہ میں آلودہ
ہو گئی ہو تو اللہ تمہارے سے استغفار
اور توبہ کر لو اور اس کے ساتھ حضرت
عائشہ کا جواب میں یہ کہنا کہ اگر میں آپ
لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں
تو تم لوگ مجھ کو سچا نہ سمجھو گے اور اگر
کیسی بات کا تمہارے سامنے اقرار کروں
حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس
سے بری ہوں تو تم سچا سمجھو گے کیونکہ
آپ لوگوں کے دل میں شبہ جم گیا ہے
روایت کیا اس کو کتب اری نے و جہانید
کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اگر
کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہو تو اللہ تمہارے
سے استغفار کر لیں یہ ہمیں کہ اقرار کر کے توبہ کر لو جس کی دلیل ان کا یہ قول ہے کہ اگر میں اقرار

کروں اور آپ نے اُنکے اس سمجھنے پر تکیہ نہیں فرمایا چنانچہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری مراد قرار کرنا نہیں ہے بلکہ محض تذکرہ کر لینا ہے اگر خفیہ ہی ہو خوبس کی دوئیں ہیں ایک وہ جس سے مقصود محض دوسرے کے عیب کی اطلاع حاصل کرنا ہے تاکہ اس کی تخریر کرے اور اسکو فضیلت کرے اور یہی ہے جس سے ممانعت آتی ہے اور ایک وہ جو کسی مصلحت سے ہو مثلاً صاحب عیب کی اصلاح یا اپنے نفس سے مضرت رفع کرنا اور یہ مذموم نہیں خوب سمجھ لو۔

الحديث اذا دخل احدكم

على اخيه فمعاذ الله حتى يخرج من عنده (عد) عن ابی امامه (عد)

فيه الادب للضعيف حيث

يكون تابع للضعيف الا يتاخر عليه

ولا يتخالفه فان صاحب المنزل

ادري بمصلحة المنزل في مسأله

المعاملات والمعاشرات وهذا

كلامه الطبعي لا يقوم فهم اتباع

للناس بالسنة واما اكثر اهل

الظواهر فلا يخطر ببالهم هذا

الذائق فيمن ذون الناس

باتين اُنکے ذہن میں بھی نہیں آتیں اس لئے ان سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

الحديث اذا دخل احدكم

الى القوم فاد مع له فليجلس فانها

هي كرامته من الله اكرمه بها

اخى المسلم فان لم يسمع له

حديث جب تم میں کوئی شخص اپنے

بھائی کے پاس جائے تو وہ گھر والا،

اس بھائی کو اپنے پر حاکم ہے یہاں تک کہ

اُس کے پاس سے واپس آجائے

ف ایسے جہان کا ادب (بتلایا گیا)

ہے کہ اس کو بریزنا کا مانع ہو جائے

اُس پر نہ فریادیں کرے اور اُس کی مخالفت

کرے اس لئے کہ گھر والا مقامی مصلحتوں کو

کو تمام معاملات و معاشرت میں زیادہ

جانتا ہے اکیہ (ادب) صوفیہ میں مثل حوط

کے ہے سب یہ حضرات سنت کے متحرک

ہیں رہا اکثر اہل ظاہر سو ایسی باریک

حدیث جب تم میں کوئی شخص کسی قوم

کے پاس جاوے اور اُس کے لئے

جگہ کشادہ کر دی جاوے تو اُس جگہ

بیٹھ جاوے کیونکہ وہ اشر تھالے کی

کتاب اور کتابت پر مدخل

۳۸

اصول میں بھی اگر کوئی اس کو اتنا سمجھ

فلینظر او معهما مکانا فی مجلس فیه
 (الخریث عن ابی شذیبة الحدادی)
 فی العزیز حدیث حسن وف
 فیه تعلیم المتی سطفی امثال هذه
 الامور بین الافراط من الحرص
 علی التصدیق والتعاطف وما هو
 داب علماء الدنیا بین التفریط
 من عدم قبول اکرام اخیه و
 الاصرار علی التسفل فی المجلس کما
 هو داب الخلافة فی التواضع من
 اهل الطریق فان فیه کسر قلب
 المسلم وتحقیر لاهل بیت اکرامه
 ترس جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے جیسا ان اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے
 ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دشمنی ہے اور اسکی امانت ہے کہ اس کے اکرام کو رد کر دیا۔
 الحدیث اذا دعوا دعوا لا احد
 من الیوم دوا لمتصاری فقولوا
 اکثر الله مالک و ولدک (عدو
 ابن عساکر) عن ابن عمر (رض)
 فیه حی اذ الدعاؤ للکافر بمنافقه
 الدنیویة لا بالمغفرة ونحوها
 من المنافع الاخرون یة نری الاکابر
 من القوم لا یمسکون فی الدعاؤ
 لمن یطلب منهم من الکفار

۳۱

الکافر یاتبع الدینی

طرف سے ایک عورت دی ہوئی ہے جس
 سے اُسکے مسلمان بھائی نے اس کی عورت
 کی ہے (دوہا) بیٹھنے میں تکلف نہ کرے)
 اور اگر اس کو جگہ نہ دیا جائے تو جس جگہ
 وسعت ہو بیٹھ جائے (اور اس کی
 کوشش نہ کرے کہ ممتاز جگہ بیٹھے)
 فت اس میں تعلیم ہے ایسے امور میں
 توسط کی کہ افراط کرے اس طرح کہ حد
 اور رٹا بننا چاہے جیسا علماء دنیا کی عادت
 ہے کہ معمولی جگہ بیٹھنے کو خلاف شان سمجھتے
 ہیں) اور نہ تفریط کرے (سطح می کر پنے
 پرانی کے اکرام کو قبول نہ کرے اور بیت
 میں جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے جیسا ان اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے
 ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دشمنی ہے اور اسکی امانت ہے کہ اس کے اکرام کو رد کر دیا۔
 حدیث جب تم کسی یہودی نصرانی
 کے لئے دعا کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ اللہ
 تعالیٰ تیرے مال اور اولاد میں کثرت
 کرے فت اس میں کافر کے لئے بخیر
 نفع کی دعا کرنے کی اجازت ہے مگر
 مغفرت وغیر منافع اخرویہ کی اجازت نہیں
 اور ہم اکابر اہل طریق کو دیکھتے ہیں کہ اگر
 کوئی کافر اُن سے دعا چاہتا ہے تو
 اُس کے لئے ایسی دعا کرنے میں تنگی

بعض هذه المنافع الدينية -

سند موجود ہے۔

الحديث ج اذا ذكرتم بالله
فانتهموا البزاد عن أبي سعيد المقبري
مرسل قال العزيمي وروى
مسنداً عن أبي هريرة وهو حديث
ضعيف قال في معنى الحديث اذا
ذكرتم بوعيد الله قد عزمتم على
فعل معصية فانتهموا اي كفوا عن
فعلها او معناه عندى الحكم اذا
ارحتم الشدة بما حدث من الغروب
و نحو ذلك وناشدكم بالله ان تترقوا
به و تعفوا عنه فلكم اعز الشدة
به و يتايد بها و در صريحاً اذا ضرب
احدكم فادممه فذكر الله فأنه
أيدكم هو مذكي وفي الجامع الصغير
برمز (ت) عن أبي سعيد (ض)
ف دل الحديث على التفسير
الاول على ان الناصح لا ينظر فيه
انه يكون أكبر قد رآه يجب قبول
الصحة عن كل احد ولو كان صغيراً
و حقيقاً حيث اطلق المذكور في كسر
المد كير مبنياً للمفعول و دل على

ہیں کرتے رہتو ان کے اس فعل کی حدیث میں
سند موجود ہے۔

حدیث۔ جب تم کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ
کو یاد دلاوے تو تم رک جاؤ عزیز میں نے
حدیث کے یہی معنی کہے ہیں کہ جب تم کو کوئی
اللہ تعالیٰ کی وعید یاد دلاوے اور تم نے
کسی گناہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو تم اس
گناہ کے کرنے سے رک جاؤ اور
میرے نزدیک اس کے یہی معنی ہیں کہ جب تم
کسی کے ساتھ سختی کا متلا مارنے وغیرہ
کا ارادہ کرو اور وہ شخص تم کو خدا کا واسطہ
دے کہ اس سے نرمی کرو اور معاف
کردو تو تم اس کے ساتھ شدت کرنے سے
رک جاؤ۔ و پہلے معنی کے اعتبار
سے حدیث اس پر دلالت کرتی ہے
کہ ناصح میں یہ نہ دیکھو کہ وہ مرتبہ میں بڑا
ہی ہو تب تم اس کا کہنا مانو، بلکہ ہر
شخص کی نصیحت کو قبول کر لینا واجب
ہے اگرچہ درتبہ میں، چھوٹا اور
حیر ہی ہو۔ یہ نہیں کہ اس کا کہنا نہ
سے عار کرو، کیونکہ حدیث میں
یاد دلانے والے کو مطلق کہا ہے
اور یاد دلانے کو ٹھیسوں کا صیغہ

التبستیر الثانی علی ان مقتضی الادب
مع الذی الکف عن امباح البیض والظفر
اذا ذکر کم احد بالثمن وکل من
الحصلتین کانه من الامور
الطبیعة للقیوم فلله درهم من
قوم طباعهم ما لا یحب علیها
غیرهم الا بمشقة مثلیة
الشکس یوم ہے کہ انکے امور صعبہ وہ اخلاق ہیں کہ دوسرا ان پر قادر نہیں مگر بعد
مشقت شدیہ کے۔

الحلیت اذا رآی احد کم
امرأه حساء فامحبتہ فلیات اھله
فان البضع واحد ومما مثل
الذی بمعھا خط) عن عرف
غیہ شہیل لمعالجۃ النفس حاصل
الہماجۃ کیف عن الممتنی وایس من
وظائف المصلح الاھو اما اتیان
الاھل فاعانة و شہیل لها و
الارشاد الیہ لیس من الوظائف
الازمة للمصلح و انما هو تبرع
فلاحی للطالب ان یطالب بہ
و یشیر من الطالبین یغلط فی
ھذا المسئلة کیف و لی کان
لا زمان مقتصر کا الحقوالی فی

سے ذکر کیا ہے (تا کہ یاد دلانے والے
کی تخصیص نہ رہے) اور دوسری تغیر
پر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آداب
(و تعظیم) کا مقتضایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کا نام شکر مباح غیر ضروری سے
بھی پڑکھا جاوے اور یہ دونوں مصلحتیں
صوفیہ کے امور طبعیہ میں سے ہیں بجان
دوسرا ان پر قادر نہیں مگر بعد

حدیث جب تم میں کوئی شخص کی حسین
عورت کو دیکھے اور وہ اس کو بھی معلوم
ہو تو اسکو چاہے کہ اپنی بی بی کے پاس
چلا آوے (یعنی اس سے ہمبستری
کے) اس لئے کہ شرمگاہ (دونوں
جگہ) ایک ہی سی ہے اور بی بی کے
پاس ہی وہی چیز ہے جیسی اس
(اپنی) عورت کے پاس ہے
اس حدیث میں معالجۃ نفس کو سہل
کرنے کا طریق (بتلایا گیا) ہے اور
اصل معالجہ صرف یہ ہے کہ (نفس کو) اس
تمنی سے (جو دوسری عورت کے ساتھ
متعلق ہوئی ہے) روکا جاوے اور مصلح
کا اصل فرض منصبی اسے تدر ہے اور

الباب علی قوله قل للموصنین
 یغضوا من ابصارهم و یحفظوا
 فروجهم لان الغض والحفظ
 من اشق الاعمال فی حالة
 الهمیان و مع ذلک لم یرشد
 الی ما یرمل هذا المشقة
 فما ورد فی هذا الحدیث ان
 فی حدیث من استطاع منکم
 الباءة فلیتزوج فانہ اغض
 للبصر و احسن الفرج من
 باب التسمیل لما یتوقف علیہ
 التحصیل و فی التعلیل بقوله فان
 البضع واحد الخ مع ان سکون
 الهمیان الذی یسهل العفة لا
 یتوقف علی استحضار هذا
 الحلة لما نقل المناوی من الاطباء
 ان الجماع یسکن یحجان العشق
 و ان کان مع غیر الماشوق کذا فی
 حاشیة الخفی اشارة الی مسئلة
 اخری و هی ان المكلف ینبغي له ان
 یقصر النظر فی کل شیء علی درجۃ
 قضا الوطر و لا یتصدی للاحقة
 الغفوتین و الذل و فان الذل لا یسرها

بی بی کے پاس جانا یہ اس معاملہ کی آفت
 اور تسہیل ہو اور ایسے طریق کا بتلانا یہ
 مصلح کے فرائض لازمہ کو نہیں بتلانا مصلح
 کی طرف سے) محض تبرع ہے سو طالب کو
 اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا
 کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے
 اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معاملہ
 اختیار میں مشقت سے گھبراتے ہیں
 اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست
 کرتے ہیں جس میں مشقت نہ ہو مثلاً شیخ
 نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کوڑھ کو
 مگر یہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر
 بتلائی جاوے کہ نفس میں تقاضا ہی نہ ہو
 حالانکہ تقاضا شہید نہ ہوتا یہ خود موقوف
 ہے عمل مدبر پر تو عمل کو اس پر موقوف
 رکھنا دور کو جائز رکھنا ہے عرض شیخ کے
 ذمہ سہولت کی تدبیر بتلانا نہیں ہے
 اور یہ لازم کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اگر
 لازم ہو تو حق تعالیٰ اس باب عفت
 میں صرف اس پر اکتفاء فرماتے کہ آپ
 مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی
 رکھیں اور اپنی سرنگاہوں کو محفوظ
 رکھیں کیونکہ نیچی نگاہیں رکھنا اور سرنگاہ

حد فمن تصدی له لا ینجی عن
التشویش ابدان اماناً من اقصر
على نفس الحاجة فيحصل له السكون
اذ اقصى حاجة فهذا حاصل
قولہ علیہ السلام فان البضع ^{حل}
یعنی لا منیة لفرج الا جبنیة
علیہ والتمیز بینہما من تزئین الشیطان

کو محفوظ رکھنا حالتِ ہیجان میں بڑی مشقت
کامل ہے اور باوجود اس کے حق تعالیٰ
نے ایسا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جو اس
مشقت کو نازل کر دے پس (اس سے
ثابت ہوا کہ) اس حدیث میں جو مضمون
وارد ہوا ہے یا دوسری حدیث میں جو آیا
ہے کہ جو شخص تم میں نکاح کا مقدور رکھے

اُس کو نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نگاہ کا زیادہ پست کرنے والا ہے اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ
رکھنے والا ہے یہ سب بابِ تنہیل ہے ایسی چیز نہیں ہے جس پر دماورہ کی تکفیل
موقوف ہو اور اس کی علت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ شرمگاہ ایک ہی ہے
باوجودیکہ سکونِ ہیجان کا جو کہ حفت کو ہل کرنے والا ہے وہ اس علت کے استحضار پر
موقوف نہیں جیسا کہ مناوی نے اطباء سے نقل کیا ہے کہ جماع کرنے سے عشق کے ہیجان
کو سکون ہو جاتا ہے اگرچہ غیر مشوق کے ساتھ ہو عاشریہ الحنفی میں اس طرح ہے باوجود اس
کے پھر جو یہ ارشاد فرمایا ہے یہ اشارہ ہے ایک دوسرے مسئلہ کی طرف وہ مسئلہ یہ ہے
کہ مکلف کو چاہئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجتِ روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے
اور تزئین اور لذت کے درجہ کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں ہو جو اس کے
درپے ہو گا اُس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہو گی اور جو شخص نفسِ حاجت پر کفایت کرے گا
جبوقت حاجت پوری ہو جائے گی اُس کو سکون کو ہو جائے گا پس یہ حاصل ہے اس
ارشاد کا کہ شرمگاہ ایک ہی ہے یعنی اجنبیہ کی فرج کو بیانی کی فرج پر کوئی افزونی نہیں
ہے اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطانِ مَلِیح ہے (دوسرے مسئلہ کے استنباط
کی تقریر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے سنی ہے)

الحديث اذا سرائ احدكم
بأخيه بل أو فليحمد الله ولا يسمعه

حدیث جب کوئی شخص (بڑے مسلمان)
بھائی پر کوئی معصیت دیکھے تو اللہ تعالیٰ

ذالك (ابن الجعافر عن جابر) قلت
 البلاء (ويعلم الدينوى كالمريض و
 البؤس و الدينى من الذوق و
 و عدم الا سماع لئلا يحزنه
 ذلك و يستغنى عنه ما نشاء عن محرم
 كقطع فى سرقه لم يتب منها ان
 امن او ما لم يقاس و ندامة
 و يشترط فى ذلك عدم البشاعة
 و عدم الاستتار و لا الحديث
 على رعاية خاطر المصاب و
 يقاس عليه كل ما يحتمل فيه
 الحزن و تضر القلب و هو من
 الزم اخلاق الصوفية

۴۴

کا شکر ادا کرے کہ اس کو اس بلا سے
 محفوظ رکھا) اور یہ شکر کرنا) اُس
 شخص کو نہ سنائے میں کہتا ہوں کہ مصیبت
 عام پر خبری مصیبت کو بھی جیسے مرض اور فاقہ اور
 دینی مصیبت کو بھی جیسے گناہ اور نہ سنانا کہ
 کہ اُس کو سنا نہ ہو اور اس سے وہ مصیبت مستثنیٰ ہے
 جو کسی جرائم سے مسبب ہو جیسے کسی چوری
 میں جس سے توبہ نہ کی ہو یا فحش کیا گیا۔
 دوہاں سنانے کا یہی ذریعہ نہیں ہے بلکہ
 سنانے میں عداوت کا) اندیشہ نہو یا جو
 گناہ نماست کے ساتھ مقرون نہ ہو وہ
 بھی مستثنیٰ ہے وہاں بھی سنانے کا کچھ
 ذریعہ نہیں) اور ان سب میں یہ شرط ہے
 کہ اس میں نہ شامت ہو (یعنی دوسرے کی مصیبت پر غش ہونا) اور نہ (دوسرے کی)
 تحقیر ہو (کہ اپنے کو مستحق اور مقدس سمجھے) و اس حدیث میں دلالت ہے کہ مصیبت
 زکوٰۃ خاطر کی رعایت کرنی چاہئے اور اسی پر ہر اس معاملہ کو قیاس کیا جائے گا جس میں
 کسی کے حزن یا دل شکنی کا احتمال ہو (ایسے تمام امور سے بچنا چاہئے اور صوفیہ کے

اخلاق لازمی سے ہے)

الحديث اذا سألته الناس
 قد مررت بهم و هم و خفت
 اما نأتم و كانوا هكذا و شبك
 بعد انامله فالمر بيته و املاك
 حليته لسافك و خذ ما تعرف

حدیث جب تم لوگوں کو اس حالت
 میں دیکھو کہ اُن کے عہد گزیر ہو گئے اور
 انکی امانتیں کم وزن ہو گئیں اور وہ
 اس طرح ہو گئے کہ آپ نے اپنی
 انگلیوں میں جال بنایا (یعنی پہلے بڑے

مذکر الہادی بابت ماہِ ربیعہ المربعہ

ودع ما تنكر وعليك بخاص
امر نفسك ودع عنك امر العامة
(لک) عن ابن عمر وقال العنزی
حدیث صحیح **ف** فی سعة من
ترك الانسکاء علی المنکر اذا غلب
علی الظن ان المنکر لا یزول بالذل
او خاف محذورا وهذا هو اصل
الملازمة للمعروف وما ذکر فی الحدیث
هو امارات - وهذا هو العذر
لا کثر احاد القوم حیث یترکون
الخطاب للعامة بالامر بالمعروف
والنهی عن المنکر ویقتصر دن علی
الخطاب الخاص لمن فوض نفسه
الیهم لا صلاح فلا یلام علیهم
فیه فانهم یتبعون للسنة فی
صنیعهم هذا -

گڈ ہو گئے) (اوسوقت) اپنے گھر کو لگ
جاؤ یعنی لوگوں سے ملنا چھوڑ دو) اور اپنی
زبان پر قبضہ کر لو (یعنی سکوت اختیار کر)۔
اور (خود) نیک بات پر عمل نہ کرو اور بری بات
کو چھوڑ دو اور خاص اپنے کام سے کام نہ کرو
اور عام لوگوں کے قصہ کو چھوڑ دو (یعنی اسکی
اجازت ہے کہ کسی کو کچھ نہ کہو) **ا** س
حدیث میں اسکی گنجائش ہے کہ امر منکر پر
انکار (ظاہر) نکلیا جاوے جب غالب گمان
یہ ہو کہ وہ منکر میرے انکار سے نازل نہ ہو گا یا
(انکار کرنے سے) کسی ضرر کا اندیشہ ہو اور اصل
مدار حکم (مذکور) کا یہی ہے کہ عدم وقوع نفع یا
خوف حقوق ضرر کے وقت امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے
اور حدیث میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں
یہ اسکی علامات ہیں (ان امور کا وجود علما

۴۵

اسکی ہے کہ کہنے سے نفع نہ ہو گا یا ضرر لاحق ہو گا) اور اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب کرنے پر اکتفا
کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے اون کے سپرد کریتے ہیں انکا یہی عذر ہے
کہ وہ زمانہ کارنگ و بچھکر نفع سے ناامید ہیں سو اس باب میں اون پر ملامت نہ کی جاوے گی
وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں (چنانچہ حدیث میں ایسے وقت خود احتساب
کو ساقط کر دیا ہے)۔

حدیث جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو

الحل یث اذا رایت الله تعالیٰ

يعطى العبد من الدنيا ما يحب وهو
معتيم على معاصيه فانما ذلك
منه استدراج (حوطب هب)
عن عقبه بن عامر (ح) شمل
الحديث بقاء بعض الاحوال للنفسانية
كالوجد والاستغراق والشوق
والوله والهيجان امثالها مع المعاصي
ففيه الرد على من يغتر بهذه
الحالة ويفتح بقوة نسبت
مع الله تعالى حيث لم تفصل
مع المعاصي ولم يدان هذه
الاحوال ليست من النسب وقد
في شئ ولا تبقى النسبة مع
المعاصي وهذه الاحوال
انما هي كصفات نفسانية طبيعية
كالفرح والسرور فبالجملة
هذه الاحوال ليست بذاتها
من الدين بل هي من الدنيا
نحو ربحا كانت معينة على
الدين ولا يلزم منه كونها
من الدين فافهم -

فانما استدلال بالاحوال على القول

۳۶

دنیا کی جو چیز وہ چاہتا ہے دے رہا ہے اور
وہ معاصی پر جا ہوا ہے تو وہ صرف استدراج
ہے (اوس سے دہو کہ نہ کھانا چاہیے کہ اوس
سے حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے پر
استدلال کرنے لگے) ف حدیث اس کو
بھی شامل ہے کہ بعض اوقات معاصی کے
ساتھ بعض احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں
جیسے وجد و استغراق و شوق اور شیفتگی
اور حیرت اور اس قسم کی اور کیفیات (تو
ان کے بقا سے دہو کہ میں نہ آؤں کہ
ایسا مقبول ہوں کہ مصیبت سے بھی مقبولیت
میں خلل نہیں پڑا کیونکہ یہ سب کیفیات
دنیا میں دین نہیں ہیں اور دنیا کا عطا
ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں)
پس آپس میں دہو کہ اوس شخص پر جو اس
حالت سے دھوکہ کھاتا ہے اور اس پر غر
کر رہا ہے کہ میری نسبت مع اللہ ایسی قوی ہے
کہ معاصی کے ہوتے ہوئے بھی اوس میں ضعف
نہیں آیا اور اوس کو یہ شیر نہیں کہ ان احوال
نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت
معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی اور یہ

احوال محض کیفیات نفسانیہ طبیعیہ ہیں جیسے فرح اور سرور (کیفیات طبیعیہ ہیں حاصل
یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات

الحديث - اذا رايت كلما طلبت شيئاً من امر الآخرة وابتغيت به يسرك واذ اردت شيئاً من امر الدنيا وابتغيت به عسر عليك فاعلم انك على حال حسنة واذ اردت كلما طلبت شيئاً من امر الآخرة وابتغيت به عسر عليك واذ اردت شيئاً من امر الدنيا وابتغيت به يسرك فانت على حال قبيحة **ابن المبارك** في الزهد عن سعيد بن ابى سعيد مرسل (هـ) عن عمر بن الخطاب في العزري قال الشيخ حديث حسن قال العزري والمسئلة رباعية فيبقى ما كان يعسر عليه من امر الدنيا والآخرة وما اذا كان يتيسر ان له ولم يتعرض لهذا لوضوحه - قلت فالتا في مصداق قوله تعالى ربنا آتانا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة والاول مصداق قوله خسر الدنيا والآخرة **ف** وبه وضم فساد الاستدلال

دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس (معین ہو نہ) سے انکا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔ **حدیث** - جب تو اپنی یہ حالت دیکھو کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اسکا ملنا دشوار ہو جاوے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے (کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتا ہے) اور جب اپنی حالت یہ دیکھو کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اسکا ملنا دشوار ہو جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو تو برے حال پر ہے (کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہو نیکا خطر ہے - اور اس مضمون کی چار صورتیں ہیں سو دو قسمیں تو مذکور ہو گئیں اور ایک تو وہ قسم باقی رہ گئی کہ دنیا اور آخرت دونوں دشواری سے ملیں اور (ایک) وہ قسم بھی (رہ گئی) کہ دونوں آسانی سے ملجاویں اور ان دونوں سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ انکا حکم واضح ہے میں

بسط الدنيا على القبول عند الله تعالى كبحض جملة الصوفية يعنفون بسط الدنيا على اهل سلسلتهم ويحبون به على قبولها واني لهم ذلك وذكر الله تعالى فساد هذا الاستدلال في القرآن فقال فاما الانسان اذا ما ابتلاه ربه فاكراهه ونعه فيقول رب اكرم من واما اذا ما ابتلاه فقد رعليه رزقه فيقول رب اهانن كلاكه

۴۸

کہتا ہوں کہ دوسری قسم اس ارشاد حق کا مصداق ہے رہنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة اور ا دل قسم اس ارشاد کا مصداق ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی طرف سے گھائے میں رہا ف اور اس حدیث سے فرخی دنیا سے عن رائد مقبول ہونے پر استدلال کرنے کا فساد واضح ہو گیا جیسے بعض جاہل صوفی اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ والوں کو دنیا کی خوب ترقی ہو جاتی ہے اور اس سے اس سلسلہ کے مقبول ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور اس استدلال کی اوکو نگاہیں

کہاں۔ اور اس استدلال کا فساد ہونا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہی کہ (بعض آدمی کا یہ حال ہے کہ اوس) کو جب اوس کا پروردگار اوس کو آزمائے یعنی اوس کو دکھایا (اکرام انعام دیتا ہے تو وہ (افتخاراً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی (یعنی میں اوس کا مقبول ہوں کہ مجھ کو ایسی نعمتیں دیں) اور جب اوس کو (دوسری طرح) آزمائے یعنی اوس کی روزی اوس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ (شکایت) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی (یعنی مجھ کو اپنی نظر سے آج کل گرا رکھا ہے کہ دینی نعمتیں کم ہو گئیں آگے اسپر رنج ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (یعنی دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت و مخدولیت کی نہیں)

حدیث۔ جب تم کسی بری بات کو دیکھو کہ تم اوس کو بلا لید یا بالسان متغیر نہیں کر سکتے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہی

الحل یش۔ اذا دایقوا الامر لا تستطیعون تغیرہ فاصبروا حتی یكون الله هو الذي یصیرہ

رعدہ (ع) عن ابی امامۃ (رض) (ف) فیہ رخصۃ للسکوت عن النکاح علی المنکر وقت الحجز وخوف الفتنة ووقوع محذور مع الکراهۃ بالقلب قلت وهو العذر لا کثر الصوفیۃ فی تخصیص نکیحہم فی اکثر الاحوال بمن فوض نفسه الیہم فان اکثر العامة ینتاف منہم الفتنة فیتشوش بہا وقہم ولا یصفوا لہم علمہم وهو من موانع الطريق فیبعدون عنہ انفسہم۔

ہے اس لئے وہ اپنے کو اس سے دور رکھتے ہیں۔

الحلیث - اذا رجعت قلب المؤمن فی سبیل اللہ تخأت خطایا کما یتخات عذق الخملۃ (طب) جل) عن سلمان (ح) (ف) فیہ نص ان مالایدخل تحت الاختیار لا یذم وان کان ظاہرہ النقص وهو من مہمات مسائل الفن۔

مسائل سے ہے (وجہ دلالت ظاہر ہے کہ دل کا کا پنا علامت ہے بزدلی کی جو کہ ظاہر نقص ہے لیکن او سپر اجر ملتا ہے جب عمل ترک نہ کرے)۔

اوسکو (کبھی) متغیر کر دے۔ (ف) اس میں رخصت ہے سکوت کرنے کی منکر پر نکیح کرنے سے جب اس سے عاجز ہو اور فتنہ کا خوف ہو اور کسی خرابی کا اندیشہ ہو مگر دل سے کراہت رکھے میں کہتا ہوں یہی عذر ہے اکثر صوفیہ کا کہ وہ اکثر احوال میں اپنے نکیح کو اون ہی لوگوں کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں جو اپنے کو اون کے سپرد کر دے کیونکہ اکثر عوام سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور فتنہ سے اون کا وقت مشوش ہو جاتا ہے اور عمل میں صفائی نہیں رہتی اور یہ (تشوش) وقت اور نیکد (عمل) موانع طریق سے

عذر الصوفیۃ فی عذرہم من عدم النکیح علی العامة

حدیث - جب جہاد میں مومن کا قلب (خوف سے) کانپنے لگے (مگر جہاد کو ترک نہ کرے) تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ (خشک ہو کر) جھڑ جاتی ہے (ف) اس میں اس (مسئلہ) کی تصریح ہے کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں اگرچہ ظاہر نقص ہو اور یہ فن کے نہایت ضروری

لا یندم الا اختیار فیہ

الحل یث۔ اذ اردت علی السائل
ثلاثاً فلم یذہب فلا بأس ان
تزدہ (قط) فی کتاب الافراد عن
ابن عباس (طس) عن ابی ہریرۃ
فی العزیزی قال الشیم: حدیث
حسن لغیرہ فی حاشیۃ الحنفی
لتعدیہ الی مالایحل لہ **ف** نص
فی ان حسن الاخلاق لہ حد
ولم یكلف العبد بتحمل الاذی فوق
الحد وهذا هو الوسط من الطریق
فلا یفرط من التفعیل کدیدن
المتکبرین ولا یفرط من الافعال
کالم تکلفین نعم یستثنی من هذا
تکلف المبتدین الذی یکون
للمعالجة۔

حسن الاخلاق

۵۰

حدیث۔ جب تم سائل کو تین بار (عذر
سمجھا کر) جواب دید واور وہ پھر بھی نہ جائے
(لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا پہونے
لگے) تو پھر او کو جوھر تک دینے میں کچھ ڈر
نہیں **ف** حدیث صریح ہے اس مسئلہ
میں کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے
اور ہندہ اسکا مکلف نہیں کہ اس حد کو
آگے ایذا کا تحمل کرے اور یہی طریق
وسط ہے پس (اخلاق کے باب میں نہ
تفریط کرے جیسے متکبرین کا شیوہ ہے
کہ ناک پر بھی نہیں بیٹھنے دیتے)
اور نہ افراط (اور غلو) کرے جیسے اہل
تکلف کی عادت ہے (کہ خواہ کچھ ہی گذر
جاوے مگر ناگواری کے اظہار کو خلاف
وضع درویشی سمجھتے ہیں) البتہ اس سے

مبتدوں کا تکلف مستثنیٰ ہے جو معالجہ کے لئے ہوتا ہے (کیونکہ وہ جب تک نفس کو بہت
دور سے نہ روکیں اعتدال پر انہیں سکتا۔ سو یہ تکلف چونکہ مقدمہ ہے اعتدال کا
اسلئے محمود ہے)

الحل یث۔ اذ رأیتہ معاً ویتہ
رفی العماش هو معاً ویتہ بن التابوت
نذران یقذر علی المنہب الشریعہ
علی منبری فاقتلوه (للدیلمی)
ف فیہ ما فی السابق علیہ

حسن السابق

حدیث۔ جب تم معاویہ بن تابوت کو
میرے منبر پر دیکھو (جس نے نذر کی تھی
کہ میں منبر شریف پر گندگی کرونگا) تو او کو
قتل کر دو **ف** اس میں بھی وہی مسئلہ
ہے جو حدیث سابق میں تھا کیونکہ قتل ظاہر

فان القتل بظاہرہ یعید عن حسن الخلق لکن قتل من یستحق القتل اخل فی حد حسن الخلق لما فیہ من المصالح الدینیۃ الحل یث - اذا زار احدکم اخاه فجلس عنده فلا یقوم من حتی یتأذن (رض) عن ابن عمر (رض) ف هذا اللذی وحکمتہ ظاہرۃ من تطیب قلب المسلم وکذا یندب للمزوران یا ذن للعلین هذه الحکمة وامثال هذه الرعایات کا طبعی للقوم وهو معنی ما اشتہر بالفارسیۃ آمدن بارادت ورفتن باجازات ولا یراد لزوم الاستیذان لانه لا دلیل علیہ فخر هو مقید بعدم الحرج للکلیات الشرعیۃ -

کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر وہ استحباب بھی مفید ہے عدم حرج کے ساتھ کلیات شرعیہ کے سبب۔

الحل یث - اذا سبقت للمعبود من الله تعالى منزلة لم یمنعها بعلم ابتلاء الله فی جسده وفي اهله وماله ثم صبر علی ذلك حق

حسن خلق سے بعید ہے لیکن سختی قتل کا قتل کرنا یہ حسن خلق کے حد میں داخل ہے کیونکہ اس میں دینی مصلح ہیں۔

حدیث - جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملنے آوے اور اس کے پاس بیٹھ جاوے تو اس کو اٹھنا نہ چاہئے جب تک اس سے اجازت نہ لیے ف یہ حکم استحباب کے لئے ہے (کنانی العزیزی) اور حکمت اس کی ظاہر ہے یعنی مسلمان کے دل کا خوش کرنا اور اسے طرح جس کے ملنے کو کوئی آیا ہو اس کے لئے بھی مستحب ہے کہ اس کو اجازت دیدے بعینہ اسی حکمت کیونکہ اس قسم کی رعایتیں حضرات صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں اور یہی مطلب ہے اس قول کا جو فارسی میں مشہور ہے آمدن بارادت ورفتن باجازات اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اذن لینا واجب ہے

کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر وہ استحباب بھی مفید ہے عدم حرج کے ساتھ

حدیث - جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی (خاص) مرتبہ مقدر ہو تو اسے جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکتا تھا (یعنی اس درجہ کا کوئی عمل

حتى ينال المنزلة التي سبقت له
من الله عز وجل (تخرد) فی روایت
اسن د ستہ وابن سعد (ع) عن
عبد بن خالد السلی عن ابیہ
عن جدہ (ح) ف ویقاس علیہ
بأشترک العلۃ حالة القبض التي
تعمد السالکین وبعین هذا
النفعم یسلون الطالبین فالحدیث
اصل یسئلتم هذه -

اوسکے اعمال میں نہ تھا) تو اللہ تعالیٰ اوسکو
اوسکے جدا اور اوسکے اہل اور اوس کے
مال میں کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے پھر وہ
اوس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اوس مرتبہ
کو حاصل کر لیتا ہے جو اوسکے لئے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے مقدر ہوا تھا ف اور اسی پر
علت کے اشتراک سے حالت قبض کو
قیاس کیا جاتا ہے جو سالکین کو پیش کی
ہے اور وہ بعینہ اسی نفع سے طالبین کو
تسلی دیتے ہیں پس یہ حدیث اون کے اس مسئلہ کی اصل ہے -

الحلیث - اذا سمع بجل زال
عن مكانه فصل قوا اذا سمعوا
برجل زال عن خلقه فلا تصدقوا
فانه يصير على ما جبل علیہ (رحم)
عن ابی الدرداء فی العزیزی قال
الشیخ حدیث صحیح ف فیہ تصریح
بما قالت حکماء الاخلاق ان بالریاضۃ
لا تروى الاخلاق الجبلية وانما
تفصل فتسهرل مقاومتها وهذه
المقاومة هو المقصد فی السلوك
لانه عمل اختیاری وهو المكلف
بخلاف الاخلاق فافها ملکات
غیر اختیاریة ولیست من التکلیف

۵۲

فی اصلاح الاخلاق بالریاضۃ

حدیث - جب تم کسی پہاڑ کو سنو کہ
اپنی جگہ سے ٹل گیا تو تصدیق کر لو (جب
کوئی دلیل کذب نہ ہو) اور جب تم کسی
شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے
ہٹ گیا تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اسکا
کذب موجود ہے اور وہ کذب یہ ہے کہ)
وہ پھر اوسی (حالت) پر آجاو گی جس پر
پیدا کیا گیا ہے ف اس حدیث میں
اوسکی تصریح ہے جس کے حکماء اخلاق
قائل ہیں کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ
زائل نہیں ہوتے (جیسے بعض نادانف
اسکی کوشش کرتے ہیں) صرف اتنی بات
کہ مفصل ہو جاتے ہیں جس سے ادن کی

فی شئ ومن لم یؤمن بهذا الأصل
لم یخلص من التشویش ابداً فإنه ربما
یرى بعد الحجا هذه الشافة ان
الاخلاق ما زالت فیهما تس من حصول
المقصود -

مقاومت سہل ہو جاتی ہے اور سلوک میں
مقصود یہی مقادرت ہے کیونکہ یہ عمل اختیار کی
ہے اور اسکا انسان تکلف ہے بخلاف
اخلاق کے کہ وہ ملکات غیر اختیار یہ ہیں
اور اسکا تکلف بہ ہونے سے کوئی علاقہ

نہیں اور جس شخص نے اس اصل کو مستحکم نہیں کیا اسکو تشویش سے کبھی نجات نہ ہوگی
کیونکہ وہ بعد مجاہدات شاقہ کے بھی بعض اوقات دیکھے گا کہ اخلاق (درخیلہ درجہ
تقاضا میں) زائل نہیں ہوئے پس وہ حصول مقصود سے ناامید ہو جائیگا۔

الحديث - اذا علمت سيئة
فاحذر من عندها توبة السر بالسر
والعلانية بالعلانية - (حم) في الزهد
عن عطاء مر ملا (رض) في العزیزی
قال الشیخ لتقم المقابلة لا انه قيد
في قبول التوبة ام قلت الحكمة
في الاول عندى اخفاء المعصية
و في الثاني عدم وقوع الناس
في الغيبة وانقاء قسمة الاصل
وفیه علاج الاستنکاف عن
الاعتراف بجهل ورجوعه الى
الصواب وهو علاج معمول في القوم

حدیث - جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جاوے
تو اس کے قریب ہی توبہ جدید کر۔ پوشیدہ
گناہ کے مقابلہ میں پوشیدہ توبہ اور علانیہ
گناہ کے مقابلہ میں علانیہ توبہ عزیزی میں
ہے شیخ نے فرمایا کہ یہ اسلئے ہے کہ تاکہ (توبہ
سے گناہ کا) مقابلہ ہو جاوے نہ یہ کہ ایسا
کرنا قبول توبہ کی شرط ہے (بلکہ اگر علانیہ
گناہ سے خفیہ توبہ کر لی تب بھی مقبول ہے
میں کہتا ہوں کہ حکمت مقابلہ کے علاوہ
جس کی رعایت صرف اولیٰ ہے کافی
حاشیہ الحنفی من قوله لكن الاولى الشائبة
اسمیں اور یہی حکمت ہے کہ اس کی

رعایت ضروری ہے چنانچہ میرے نزدیک اول میں یہ حکمت ہے کہ اس میں اخفاء
ہے معصیت کا (جو کہ مامور بہ ہے) اور ثانی میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اسکی غیبت میں
بتلا نہ ہوں (کیونکہ گناہ کی تو سب کو خبر ہے اور توبہ کی کسیکو خبر نہیں لامحالہ لوگ

غیبت کرینگے) اور یہ بھی حکمت ہے کہ اعلان میں (اصرار علی المعصیۃ) کی تہمت سے بچتا ہے اور نیز اپنے جہل کے اعتراف سے اور جوع الی الحق سے جو عار ہوتی آئیں اوسکا بھی علاج ہے اور یہ ایک ایسا علاج ہے جو صوفیہ میں معمول ہے۔

حدیث۔ جب تم میں کسی کو غصہ آوے خاموش ہو جاوے۔

حدیث۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہو بیٹھ جاوے اگر غصہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔

حدیث۔ جب کسی شخص کو غصہ آئے اور وہ آغوش باندہ کر لے تو غصہ کو سکون ہو جاتا ہے۔ ف تینوں حدیثیں اس میں مشترک ہیں کہ ان سب میں علاج کی تہلیل ہے اور ایسی تہلیل مشائخ کے معمولات میں سے ہے گو یہ ادن کے

ذمہ لازم نہیں لازم تو صرف طریق تحصیل کی تعلیم ہے لیکن تہلیل کی تعلیم اونٹا تبرع اور پہلی تدبیر کا حاصل جوش کا شکستہ کرنا ہے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنے سے جوش بڑھ جاتا ہے اور دوسری تدبیر کا حاصل ہیئت حملہ سے بعد اختیار کرنا ہے اور تیسری تدبیر کا حاصل ازالہ ہے سبب کا اور وہ سبب

الحل یث۔ اذا غضب احدکم فلیسکت (رحم) عن ابن عباس (رح) الحل یث۔ اذا غضب احدکم وهو قائم فلیجلس فان ذهب عنه الغضب والا فلیضطجع (رحم) عن ابی ذر (رحم)۔

الحل یث۔ اذا غضب الرجل وقال اعوذ باللہ سکن غضبه (رحم) عن ابی ہریرۃ (رض) فی الحدیث فی هذا الحدیث ویؤخذ من کلام المناوی انہ حدیث حسن بخلاف الاحادیث الثلاثة مشترکہ فی ان فیہا تہلیل العلاج وهو من عادات المشائخ وان لم تکن لازمة علیہم وانما لازم تعلیل طریق التخلیل فقط لکنہ تبرع منہم وحاصل التدبیر الاول کسر سورۃ فاعھا تزاد بالنطق بالتجربۃ وحاصل الثانی الایجاد عن ہیئت الوثوب والثالث ازالۃ السبب

من اغواء الشیطان وذکر اللہ ومن
ثقت۔ هذا الذکر تنکر حکم اللہ تعالیٰ
وتذکر ان من انتصر لنفسه یغفل
اللہ عنه وهذا کله اذا غضب
لعین اللہ۔

اغواء ہے شیطان کا تیز تیسری تدبیر کا
ایک جزو ذکر اللہ ہے کیونکہ استعاذہ
ذکر بھی ہے اور اسی ذکر اللہ کا تتمہ یہ بھی
ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کو یاد کرے کہ جو شخص
اپنے نفس کے لئے خلاف شرع بدالیتا
ہے اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور یہ سب اس وقت ہے جب غیر اللہ کیلئے غصہ
آوے اور نہ وہ غصہ خود مطلوب ہے اس کے علاج کی کیا ضرورت ہے البتہ حدود
میں رہنے کا اہتمام ضرور ہے

الحلیث۔ اذا سئلت فلا تمنع
واذا اعطیت فلا تخجل للمحاکم
والطبرانی او الحکمۃ الذمذی
ف۔ وهذا ان کالحق الازم للقوم
لا یمنعون ما یسألون علی اختلاف
فی شرائط حسب المصالح ولا یکتون
ما یعطون ویعدون۔ شکر اللہ علی
الحقیق وللعلی الجازی ویوخذ
من قوله تعالیٰ فی الذم ویکتون
ما آتاهم اللہ من فضله۔

حدیث۔ جب تم سے مانگا جاوے تو
روکومت (دیدو) اور جب تم کو کچھ دیا
جاوے تو چھپاؤ مت (ظاہر کر دو) ف
یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے اخلاق
لازمہ کے مثل ہیں البتہ اس کے شرائط میں
بنا بر مصلح علما کچھ اختلاف ہے (جس سے
دینے میں صورتہ تفاوت معلوم ہوتا ہے)
نیز ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے اس کو
چھپاتے بھی نہیں (ظاہر کر دیتے ہیں)
اور اس ظاہر کر دینے کو شکر سمجھتے ہیں

معطی حقیقی کا بھی اور معطی مجازی کا بھی اور یہ (نہ چھپانا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے
ماخوذ ہے جو بخلیوں کی) مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ
نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

ح۔ وجازتہ ودان الرمز فی الکتاب کان ملکہم لیس رمز مستعلا یحتمل ان یکون الرمز طوک فاختلافی الکتاب
وان یکون ملک الیکم ففتح التصحیف فی حرف ح وکتب بصورة ط واند اعلم

علم الطب في الحضارة

الحديث - اقام احد كومن الليل
فاستمع القرآن على لسانه فلو يد
فايقول فليضطجع (حم دة) عن ان
(صم) فيه ادب الجاهلة ان
يؤخرها اذا ثقلت لان المشقة تليست
مقصوداً بل انما وانما المقصود بالذات
الايمان بالعمل على وجه الجاهل
مقاومة لموانع هذا المقصود فاذا
فات المقصود بالذات المقصود
بالخير وجب ترك المقصود بالخير
وهذا هو طريق المحققين اما غير
المحققين فمنتهى نظر هو المشقة
وان فات بها ما هو الا هم منها وهذا
غلط عظيم -

04

حدیث - جب کوئی تم میں شب کو نماز میں قرآن پڑھنے کھڑا ہو اور قرآن مجید کو کسی زبان پر ثقیل ہونے لگے (یعنی سہید کے قلب سے زبان لڑکھڑانے لگے) اور اس کو یہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ لیٹ جائے (تاکہ کچھ سو جانے سے طبیعت ہلکی ہو جاوے پھر اوجھڑ کر پڑھنے لگے) و اسیں ادب ہے مجاہدہ کا کہ جب اس میں گرانی ہونے لگے اس کو موخر کرنے کیونکہ مشقت خود مقصود بالذات نہیں ہے اصل مقصود بالذات عمل کا ادا کرنا ہواو اسکے طریقہ پر اور مجاہدہ اس مقصود کے موانع کا مقابلہ کرنا ہے پس جب مقصود بالغیر کے سبب خود مقصود بالذات فوت ہونے

لگے تو اس مقصود بالغیر کا ترک واجب ہوگا اور محققین کا یہی طریق ہے رہے غیر محققین
سوا کا منتہی نظر صرف مشقت ہے اگرچہ اس کے سبب ایسی چیز فوت ہو جائے جو اس
سے اہم ہے اور یہ بڑی غلطی ہے۔

الحديث - إذا قام أحدكم
إلى الصلوة فليكن أطرافه لا تميل
كما تميل اليهود فإن تسكين الأطراف
في الصلوة من تمام الصلوة الحكيم
(رد حل) عن أبي بكر (رض) **ف**
دل على أن تسكين الجوارح مطلوب

الحركات الخيرية لا ينبغي أن تكون

حدیث - جب کوئی تم میں نماز کی طرف
کھڑا ہو تو اپنے جوارح کو ساکن رکھے اور
ادھر ادھر مائل نہ ہو جیسا یہود مائل ہوتے
ہیں اس لئے کہ جوارح کا ساکن رکھنا نماز کا
متمم ہے و حدیث اس پر دال ہے
کہ جوارح کو ساکن رکھنا بھی مطلوب ہے۔

کتسکین القلب وهو حقيقة الخشوع
فكما ان تحريك الاطراف بالارتعاش
من غير تحريك لاينافي الخشوع ومما
ان الخشوع ما موربه ولا يكون
الما موربه الا ما يدخل تحت
الاختيار والتحريك داخل تحت
الاختيار وليس التحريك داخلا
تحت الاختيار -

میں ہوا اور حرکت ہونا اختیار کے تحت میں نہیں اور تحریک کے اختیاری ہونے سے عدم تحریک کا اختیاری ہونا بھی لازم ہے پس خشوع یہی ہوگا۔

الحديث - اذا قام احدكم في الصلاة
فلا يفيض عينيه (طب) عن ابن
عباس (رض) فادل على ان المقصود
في الطريق تكبيل العمل على حق السنة
لا الاحوال من دفع الخطرات وغیرها
فان تعييض العينين مما له دخل
خاص في دفع الخطرات ومع ذلك
فهي عنه وهذا الماهل يختلف فيه اثنان
من من اهل التفتيق -

الحديث - اذا قصر الصلوة في العمل
ابتلا الله تعالى بالهم (رحم) في الزهد
عن الحكمير (رحم) في العزري
عن المناوي ليكون ما يقاسم من جبال

جیسے قلب کو ساکن رکھنا اور یہی حقیقت
ہے خشوع کی اور جس طرح جو اس کی
حرکت رعشے بدون حرکت دینے کے
خشوع کے منافی نہیں اسی طرح قلب کی
حرکت بدون حرکت دینے کے خشوع کے
منافی نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ خشوع
موربہ ہوا اور موربہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو اختیار کے
تحت میں ہوا اور حرکت دینا تو اختیار کے تحت
میں ہوا اور حرکت ہونے سے عدم تحریک کا اختیاری ہونا بھی

حدیث - جب تم میں کوئی شخص نماز میں
کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے
یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مقصود
اس طریق میں عمل کی تکمیل ہے سنت
کے موافق - نہ کہ احوال جیسے دفع خطرات
وغیرہ اسلئے کہ آنکھیں بند کرنے کو خاص
دخل ہے دفع خطرات میں اور باوجود
اس سے ممانعت کی گئی ہے اور اس میں
دو شخص بھی تحقیق میں سے اختلاف نہیں کرتے
حدیث - جب بندہ عمل میں کوتاہی کرنا
ہے اللہ تعالیٰ اس کو فکر میں مبتلا کرتے
ہیں عزیز نے منادی سے نقل کیا کہ
کہ (یہ اسلئے ہوتا ہے) تاکہ جو مصیبت

لنقصیرہ مکفر التہا و تہا و بمعناہ
فی حرف الکاف بعد اذا ما نصب اذا اکثر
ذنب العبد فلم یکن لہ من العمل
ما یکفر ہا ابتلاہ اللہ تعالیٰ بالحرین
لیکفر ہا عنہ (رحم) عن عائشہ
(رحم) ف دل الحمد یتان علی کون
الہم والحرین ویدخل فیہ
القبض نعمتہ عظیمہ حیث یکفر
بما الذنوب ومن فرتری القوم لا
یضیقون بالبلا یا فافہم یشاہدون
حکمتمہا فتسہل علیہم۔

۵۸

جھیل رہا ہے اس سے اسکی تقصیر کا تذکرہ
ہو جاوے اور اسکی سستی کا کفارہ ہو جاوے
اور اسی مضمون کی ایک حدیث یہ ہے
کہ جب بندہ کے گناہوں کی کثرت ہو جاتی
ہے اور اس کے پاس ایسا کوئی عمل ہوتا نہیں
جس سے اون گناہوں کا کفارہ ہو جاوے
تو اللہ تعالیٰ اوس شخص کو کسی رنج میں
بتلا کر دیتا ہے تاکہ اوس رنج سے اوس
گناہ کا کفارہ ہو جاوے و دونوں
حدیثیں فکر اور رنج کے جس میں قبض بھی
داخل ہے نعمت عظیمہ ہونے پر دل ہیں
کہ اون دونوں سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ
بلاؤں سے تنگ نہیں ہوتے کیونکہ وہ اسکی حکمت کا مشاہدہ کرتے ہیں اسلئے وہ بلا

اون پر سہل ہو جاتی ہے۔

الحديث - اذا قل احد كوالی
اخيه فليساله تعقبا ولا يسالہ
تعتنا (فر) عن علی (رض) و فیہ
ادب السوال واذا المریکن
السوال بمثل المشابة
لا یكون سواک فلا یجب الجواب عنہ
وعلی جماعۃ الصوفیۃ حیث
لا یجیبون السائل المتعنت بخلاف
اہل القشر فافہم یخافون النسبۃ

عازۃ العزیزۃ من السکون صلات العزیز

حدیث - جب کوئی شخص تم میں سے
اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس (مسئل
ذخیرہ پرچنے کے لئے) بیٹھو تو اسکو چاہیئے
کہ سچنے کے لئے پوچھے (یعنی استفادہ
و تحقیق مقصود ہو امتحان اور انظار عجز اور
خجل کرنا مقصود نہ ہو کہ یہ حرام ہے کذا
فی العزیزی) و اس میں سوال کا
ادب (بتلا یا گیا) ہے اور جب سوال
اس طریقہ کا نہ ہو گا تو وہ سوال ہی نہیں

الی الجہل فیجبون ویضیع وقتہم
ولوتاملنا فی قواعد الشرع لساغلتنا
القول بجرمۃ ہذا الجواب فان التعت
حرام والجواب للتعت اعانة علی الحرام

اوسکا جواب دینا بھی ضروری نہ ہوگا اور
جماعتہ صوفیہ اسی (معمول) پر میں کہ سائل
متنت کو جواب نہیں دیتے بخلاف ظاہر
پرستوں کے کہ وہ (سکوت کرتے ہوئے)
اس سے ڈرتے ہیں کہ ہم جہل کی طرف منسوب نہ کئے جائیں اسلئے جواب دیتے ہیں اور
اونکا وقت ضائع ہوتا ہے اور اگر ہم قواعد شرع میں غور کریں تو ہم کو اس جواب کے
حرام کہنے کی گنجائش ہے کیونکہ تمت حرام ہے اور تمت کو جواب دینا اس حرام کی
اعانت ہے (اور اعانت حرام کی حرام ہوتی ہے)

الحل یش - اذا قمت فی صلاتک
فصل صلاة موجع ولا تکلو بکلام
تعتذ رصنہ واجمع الایاس حملی
ایدی الناس (رحمۃ) عن ابی ایوب
(رحم) ف فیہ ثلثة امور والامر
الاول طریق احسان الصلوۃ بمراقبۃ
تودیع الدنیا وکون ہذہ الصلوۃ
آخر صلاۃ والامر الثاني الاحتیاط
فی الکلام والتامل قبلہ فی کونہ
بحیث لا یضطر الی الاعتذار منہ
فی الدنیا او فی الآخرة والامر الثالث
تعلیم الزہد و بیان حقیقتہ من العزم
علی قطع الامل عما فی ایدی الخلق
من متاع الدنیا فان من فعل ذلک
استراح قلب - فان الزہد یدیم القلب

حدیث - جب تم نماز میں کھڑے ہو تو
ایسے شخص کی سی نماز پڑھو جو (ذنیب کو)
رخصت کر رہا ہے (اور جس کو پھر نماز میسر
نہ ہوگی گویا یہ اخیر نماز ہے) اور ایسا کلام
مت کر جس سے تم کو مخذرت کرنا پڑے
اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ (مال متاع)
ہے اس سے ناامیدی کو دل میں جمالو
ف اس میں ہمیں امر نہ کر رہیں اول
نماز کے کامل کرنے کا طریقہ اس مراقبہ سے
کہ ہم دنیا کو رخصت کر رہے ہیں اور (اسلئے)
یہ نماز آخری نماز ہے (پھر شاید نصیب نہ ہو)
اور امر ثانی کلام میں احتیاط کرنا اور کلام
سے پہلے اوسکو سوچ لینا کہ ایسا کلام ہو
جس سے مخذرت کرنا نہ پڑے خواہ دنیا
میں یا آخرت میں اور امر ثالث نہ ہر کسی کو

والبدن وھذہ کلہا من اعمال الصوفیۃ
الصافیۃ۔

اور زہد کی حقیقت کا بیان ہے وہ حقیقت
یہ ہے کہ اسپر عزم کرے کہ مخلوق کے ہاتھ
میں جو کچھ متاع و دنیا ہے سب امید قطع کر دے سو جو شخص ایسا کر گیا اس کا قلب راحت
میں رہیگا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے اور یہ سب امور صوفیہ
صافیہ کے اعمال میں سے ہیں۔

الحل یث۔ اذا کان اخر الزمان
واختلف الالهواء فعلم یدین اهل
البادیۃ والنساء (حب فی الضعفاء
فر) عن ابن عمر (رض) قال الحنفی
ای ظہرت البدع والعقائد الفاسدۃ
وکثرت مطالعۃ کتب الفلاسۃ فالزموا
اعتقاد اهل البادیۃ والنساء المقلدین
لان ایمانهم صحیح ولا تطالعوا تلك
الکتب لئلا تضلوا قال العزیزی
عن العلقمی ای الزموا اعتقادهم
فما یعتقدون من کون الباری الہما
واحدا لا شریک لہ وعن المناوی
ای الزموا اعتقادهم من تلقی اصل
الایمان وظاہرا لا عن تعاد بطریق
التقلید والاشتغال بفعل الخبیر
ف۔ دل علی ما علیہ القوم من اصل
الاهتمام بالاعمال والاكتفاء علی الصوفیۃ
من العلم وعدم الخوض فی الزوائد منہ

حدیث۔ جب آخری زمانہ ہو اور خیالات
فاسدہ مختلف ہونے لگیں تو تم دیہاتیوں
اور عورتوں کا طریقہ دینیہ اختیار کرنا چھنی
نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جب بدعات
اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوں اور فلاسفہ کی
کتابوں کا مطالعہ کثرت سے ہونے لگے تو
تم دیہاتیوں اور عورتوں کے جو کہ مقلد شخص
ہوتے ہیں اعتقاد کو اختیار کرنا اور ان
کتابوں کا مطالعہ مت کرنا تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ
عزیزی نے علقمی سے نقل کیا ہے کہ دیہاتیوں
اور عورتوں کے اعتقاد کو اختیار کرنا کہ وہ
باری تعالیٰ کو واحد لا شریک لہ اعتقاد کرتے
ہیں (اور اس میں تدقیق نہیں کرتے)
اور مناوی نے نقل کیا ہے کہ ان کے اعتقاد
کو اختیار کر کہ اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد
کو بطریق تقلید قبول کرتے ہیں اور یہی
کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں ف
یہ حدیث اسی طریق پر دلالت کرتی ہے

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ

ولیس آخر الزمان قید اللہ کو فان الحکو
داثم وانما ذکرہ لعدم وقوع ضرر و نقص
الاہتمام فی خبر القرون۔

جس پر صوفیہ قائم ہیں کہ اصلی اہتمام اعمال
کرتے ہیں اور علوم میں سے قدر ضروری پر
اکتفا کرتے ہیں رخاہ علی العین ضروری ہو
خواہ علی الکفایہ اور زوائد علوم میں غرض نہیں کرتے اور آخری زمانہ یہ اس حکم کی قید نہیں
کیونکہ یہ حکم دائم ہے صرف اسلئے اسکا ذکر کیا ہے کہ خیر القرون میں اسکے اہتمام کی ضرورت
واقع نہ ہوئی تھی۔ (اوسوقت سب ایسے ہی تھے)

الحديث - اذا كان في آخر الزمان
لا بد للناس فيها من الدار وهو الدائير
يقبلون الرجل بهادينه ودينه (طب)
عن المقدام (رض) ف ومن شو
تري بعض اهل الطريق يدخرون
قدرا للضرورة من المال حذرا عن
التشويش والطبائع مختلفة في التشويش
بعدد المال وعدمه واعظم معين على
المقصود اجتماع الخواطر وهو متفاوت
باختلاف الطبائع فمنهم من يجتهد هم
بوجود المال ومنهم من ينتشر هم به
وللعيال وفقد هو ايماء مدخل فيه
وبجمع بين النصوص المرجحة للفقر
اورعاية الغنى كحديث الشيخين من
قوله عليه السلام خير الصدقات ما كان
عن ظهر غنى وكحديث ابى داود من
قوله عليه السلام جهد المقل لمن سأل

حديث - جب آخر زمان ہوگا یعنی خیر
القرون کے بعد (اوسوقت لوگوں کے
لئے درابم دونائیر ضروری ہو جاویں گے
جس سے آدمی اپنے دین اور دنیا کو قائم
رکھ سکے گار بخلاف خیر القرون کے کہ اکثر
طبائع میں توکل کی قوت تھی اور عام
طبائع میں اہل توکل کی خدمت کا اہتمام
تھا اسلئے ذخیرہ رکھنے کی حاجت نہ تھی،
ف اور اسی جگہ سے تم بعض اہل طریق
کو دیکھتے ہو کہ ضرورت کی قدر مال جمع
رکھتے ہیں تاکہ تشویش سے بچیں اور
طبائع میں مختلف ہیں بعض کو مال کے
نہ ہونے سے تشویش ہوتی ہے اور بعض کو
نہیں ہوتی اور مقصود (طریق) پر بڑی
معین چیز جمعیت خاطر ہے اور یہ طبائع کے
مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے بعض
ایسے ہیں جنکے خیالات مال کے ہونیسے

عدم القبولی الجاہدہ

الحلیث۔ اذا انص احد کو وہو یصل
فایں قد حتم ینہب عنه النوم فان احد
اذا اصلی وهو ناعس لا یدری لعلہ
ینہب یتغفر فیسب نفسه رمالک
ق د ت ع) عن عائشة **ف** دل علی
مادل علیہ الحدیث المار قریباً اولہ اذا
قام احد کو من اللیل من التعدیل
فی المجاہدۃ۔

حدیث۔ جب تم میں کوئی شخص اوجھنے
لگے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو اسکو چاہیے کہ
سورہ ہے یہاں تک کہ نیند جاتی رہے کیونکہ
جب کوئی اوجھنے میں نماز پڑھے گا اسکو
کیا خبر شاید ارادہ کرے استغفار کا پھر اپنے
کو کو سنے لگے (مثلاً اللہم اغفر لی کہنا چاہا اور
غلبہ فاس سے اللہم اغفر لی کہنے لگا یعنی
بجائے عین مجرم کے عین مہمل نکل جائے

جس کے معنی ہیں کہ مجھکو خاک میں ملاوے) **ف** یہ حدیث بھی اوسی مضمون پر دال ہے
جس پر وہ حدیث دال ہے جو قریب ہی گزری ہے جسکا شروع یہ ہے اذا قام احد کو من اللیل
اور وہ مضمون تعدیل فی المجاہدہ ہے۔

الحلیث۔ اذکر اللہ ذکر لبقول
المنافقون انکم تذاؤن (طب) عن ابن
عباس (رض) **الحلیث** ج اذکر اللہ
ذکر اخاملا قیل وما الذکر الخامل
قال الذکر الخفی رابن المبارک فی الزہد
عن ضمرة بن جبيب مر سلا (رض) فی
العزیزی یوخذ من کلام المناوی انه
حدیث حسن لغیرہ **ف** یوخذ من
الجموع ما علیہ الصوفیۃ ان کلاما مورباً
هو الاصل لا نفع له وقد جرب ان فی
ابتداء السلوک الذکر الجمہر سے اندر
لکو نہ انشط علی العبادۃ وفی غیرک ابتداء

حدیث۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو کہ
منافقین یعنی بدین محترضین یوں
کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو دو سمری حدیث
اللہ تعالیٰ کا ذکر گناہ طور پر کرو عرض کیا
گیا کہ گناہ طور پر ذکر سے کیا مراد ہے آپ نے
فرمایا کہ ذکر خفی **ف** مجموع حدیثیں سے
وہی امر اخذ ہوتا ہے جیسر صوفیہ ہیں کہ
ہر شخص کو وہی حکم ہے جو اس کے لئے
انفع واصح ہو پس بعض کے لئے جہر نافع
ہے بعض کو خفی اور تجربہ ہوا ہے کہ ابتداء
سلوک میں تو جہر زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ
اس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے

اختلاف احوال الذکر باختلاف احوال الذکر

۶۳

الذکر الخفی افضل لسلامت من غوریاء
ودل الاول ایضاً علی ان خوف الرعی
بالریاء لیس عند ذی ترک الذکر
اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریاء سے ذکر ترک نہ کرے (ہمارے حضرت مرثیہ علیہ
الرحمۃ بکثرت یہ ارشاد فرماتے تھے۔

الحل یث - استکثر من الناس
من دعاء الخین لک فان العبد لا یدعی
علی لسان من یستجاب لہ او یحرم
یضبط فی روایۃ مالک عن ابی ہریرۃ
(ض) **ف** اکثر من یعمل بہ الصوفیۃ
فانہم یطلبون الدعاء من کل مسلم
الحل یث - استکثر دامن الخوان
فان لكل مو من شفاعۃ یوم القیامۃ
ابن العنار فی تاریخہ عن انس (ض)
ف هذا هو المصلحت فی مادیۃ بعض
المشاخ من التوسع فی قبول البیعۃ
کما کان علیہ شیخی رحمہ وکان یصرح
بهذا الرجاء ومنہم من یضیق فیہ
غیرہ فی الدین وامننا نالطالبین
ولکل وجہ ہو مولیہا۔

(جس کی ابتداء میں زیادہ حاجت ہے اور
غیر ابتداء میں خفی زیادہ افضل ہے کیونکہ
اس میں ریاء کا خطرہ نہیں اور پہلی حدیث
اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریاء سے ذکر ترک نہ کرے (ہمارے حضرت مرثیہ علیہ

حدیث - لوگوں سے دعائے خیر کثرت
سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں
کس کی زبان پر اس کے لئے دعا قبول
ہو جاوے یا اسپر رحمت ہو جاوے
سب سے زیادہ اسپر صوفیہ عمل کرتے ہیں کیونکہ
وہ ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں۔

حدیث - بہت سے بھائی بنا لیں کیونکہ ہر
مومن کے لئے قیامت کے روز ایک شفاعت
ہوگی (شاید وہ شفاعت تمہارے ہی حق
میں ہو جاوے) اور وہ تمہارے ہوگی
ف اور یہی مصلحت ہے بعض مشائخ
کے اس معمول میں کہ وہ قبول بیعت میں
توسع کرتے ہیں جیسا کہ میرے حضرت
شیخ کا بھی معمول تھا اور اسی امید
(مذکور) کی تصریح فرمایا کرتے تھے اور بعض
مشائخ اس میں تنگی فرماتے ہیں غیرت فی الدین اور امتحان طالبین کے لئے اور ہر ایک
کی ایک سمت توجہ ہے کہ وہ اس کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔

حدیث - مسلمان ہو جا اگرچہ بے غریبی سے

الحل یث - اسلم وان کنک کا (ہمارے)

والضیاء عن انس (رحمہ) قال الحنفی
خاطب بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
رجلاً کارہا للاسلام باقرہ اذ کلہ صلی اللہ
علیہ وسلم قوله کارہا ای فی ذلک الوقت
فببرکۃ الشہادۃ یحصل الانتہار بعد
ف ومن ثم یرى المحققین من اہل
الطریق لا یضیفون الاہل علی المبتدیین
ویقبلون منهم کل عمل خیر وان لم یصف
عن الکنوزۃ ثم اذا اعتادۃ استقام
وہکان کما ینہی -

۶۶

کہ درت سے صاف نہ ہو رہی اوس میں خلوص نہ ہو) پھر جب اون مبتدیوں کو اُسکی
حادث ہو جاتی ہے تو وہ عمل ٹھیک ہو جاتا ہے اور جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے
الحل یث - اعظم الناس ہما
المومن یمتہ باہر دنیا و اہل اخوتہ (۲)
عن انس (رض) ف دل علی فضل
الصمد اذا کان عن ضرورۃ ولو بال دنیا
فہو احدی طریق الوصول الی اللہ کما
ان الفارغ عن الصوم احدی طرقہ
ومن ثم یرى المحققین من اہل
الطریق لا یرجحون الفارغ علی المشغول
للضرورۃ بل قد یفوق المشغول علی
الفارغ لکونہ اشد مجاہدۃ -

فضل الایہتام بالذین مع الایہتام بالذین

حنفی نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ یہ
خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص
سے فرمایا تھا جسکو اسلام سے یعنی اس سے
کہ آپ کی نبوت کا اقرار کرے کہ اہت تھی
تو اس وقت تو کہ اہت تھی مگر شہادت کی
برکت سے بعد میں انشراح بھی حاصل
ہو جاوے گا ف اس مقام سے تم اہل
طریق کے محققین کو دیکھتے ہو کہ وہ مبتدیوں
پر سخت گیری نہیں کرتے اور اون سے
ہر عمل خیر کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ عمل

کہ درت سے صاف نہ ہو رہی اوس میں خلوص نہ ہو) پھر جب اون مبتدیوں کو اُسکی
حادث ہو جاتی ہے تو وہ عمل ٹھیک ہو جاتا ہے اور جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے
حدیث سب سے اعظم اہتمام میں مومن
کہ اپنی دنیا کا بھی اہتمام کرتا ہے اور اپنی
آخرت کا بھی ف اس سے فکر (واہتمام)
کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جب ضرورت
سے ہو اگرچہ دنیا ہی کے متعلق ہو (حفظ
نفس و فضول کے لئے نہ ہو) پس یہ بھی
ایک طریق ہے وصول الی اللہ کا جیسا
(بعض کے لئے) فراغ عن الافکار اوسکا
ایک طریق ہے اور اسی مقام سے تم محققین
اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ فراغ (عن التعلقات)
کو مشغول (بالتعلقات) پر ترجیح نہیں دیتے بلکہ کبھی مشغول کو

فاغیر پر فرویت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مجاہدہ میں اشد ہے کہ باوجود افکار دنیوی کے کہ بعض اوقات وہ مانع ہو جاتے ہیں دین کا اہتمام کرتا ہے

الحل یث - اعظم العیادة اجرا خفها والتعزية مرة (البیہقی) وفي الجامع الصغیر بروایة البزار عن علی واقصر علی الجزء الاول فقط ورد العزیز علی من رواها بالموحدة بدلیل تعقبہ فی روایة بقوله والتعزية مرة وفي دل الحديث بجزئیة علی رعاية السهولة فی المعاشرات فان تطویل القعود عند المريض قد یثقل علیہ - وكذا تكرار التعزية تدکیر الحزن والمطلوب انشاء ولذلک شرعت التعزية التي حقیقتها التسلية لیخفف اثر الحزن فتدکیرة مرة بعد مرة هدم موضوعها وامثال هذه الروایة كالامور الطبعية للقوم كما هو مشاهد

الحل یث - اعزاهم الله یعزك الله (الدیلمی) والمراد بالامر الدین وقد یلتبس هذا الاعزاز بالکبر علی بعض من لا یتامل فینکسر علی اهل الله فی بعض معاملاتهم

پس وہ لوگ اہل اہم پر انکے بعض معاملات میں نکیر (واعتراض) کرنے لگتے ہیں۔

حدیث - سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی چھلکی ہو اور تعزیت ایک بار ہونا چاہیے۔
ف یہ حدیث اپنے دونوں جزوؤں سے معاشرت میں سہولت کی رعایت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مریض کے پاس دیر تک بیٹھنا بعض اوقات اوسپر ثقیل ہوتا ہے اور اسی طرح تعزیت کا بار بار کرنا غم کا یاد دلانا ہے اور مطلوب (شرع میں) غم کا دل سے اتارنا ہی اور اسی صحت کے لئے تعزیت مشروع ہوئی ہے جس کی حقیقت (غویہ و شرعیہ) ازالہ غم ہے تاکہ حزن کا اثر خفیف ہو جاوے پس اس کا بار بار یاد دلانا اس کے موضوع کو منہدم کرنا ہے اور ایسی رعایتیں حضرات صوفیہ کے مثل امور طبعیہ کے ہیں جیسا مثلاً کیا جاتا ہے۔

حدیث - دین کی عزت کر یعنی ایسا کوئی کام مت کرو جس سے دین کی سبکی ہو اللہ تعالیٰ تجھ کو عزت دیگا **ف** کبھی بیچارہ دین بعض ایسے لوگوں کی نظر میں جو تامل سے کام نہیں لیتے کبر سے متلبس ہو جاتا ہے پس وہ لوگ اہل اہم پر انکے بعض معاملات میں نکیر (واعتراض) کرنے لگتے ہیں۔

علم شریعت و احکام و مسائل

پیشہ حدیث و احادیث و روایات

التوسیع بین الخلاف و التوفیق

التبرین الذی وری و حکم

الحل یث - اعقلها و توکل (للتوکل)
ف دل علی ان التوکل لای توقف علی
 قطع الاسباب و انما یجوز فی بعض
 الاحوال لبعض الاشخاص و لتفصیل
 مقام آخر -

الحل یث - اعدی عدوک لفساد
 الق بین جنیل (للبیہقی) **ف**
 مشہور بین الصوفیہ و ہذا
 ہو المقصود من ایرادہ لثلا
 یظن ان لیس لہ اصل -

الحل یث - اغسلوا یدیکم و
 اشر بوا فیہا فلیس من انا و اطیب
 من البید (ہب) عن ابن عمر
 (رض) **ف** دل علی ترک التکلف
 لکن مع النظافۃ فان الشرب من
 الایدی ترک للتکلف و غسلہا
 تحصیل للنظافۃ و ہذا ہو الوسط
 بین طریقی التکلف و التدنس
 المذمومین -

الحل یث ج اغسلوا ثیابکم و خذوا
 من شعورکم و استاکم و تزیینوا و تظفروا
 فان بنی اسرائیل لو یکونوا یفعلون
 ذلک فرنت نساء ہرمان عساکم

حدیث - اونٹنی کو باندھ دے اور بھر
 توکل کر **ف** یہ حدیث اسپردال ہے کہ
 توکل قطع اسباب پر موقوف نہیں البتہ بعض
 احوال میں بعض اشخاص کے قطع اسباب بھی
 محمود ہے اور اوکی تفصیل کے لئے دوسرے مقام پر
حدیث - تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا
 نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان
 میں ہے **ف** یہ حدیث صوفیہ میں مشہور
 ہے اور یہاں اسکے وارد کرنے سے بھی مقصود
 ہے تاکہ اوسکو بے اصل نہ سمجھا جاوے -

حدیث - اپنے ہاتھوں کو دھو کر نہیں
 پانی پیا کرو اسلئے کہ کوئی برتن ہاتھ سے
 زیادہ پاکیزہ نہیں ہے **ف** یہ حدیث
 ترک تکلف پر دل ہے لیکن مع نظافت
 کے اس لئے کہ ہاتھ میں لیکر پانی
 پینا ترک تکلف ہے اور اونکا دھونا
 تحصیل ہے نظافت کی اور یہی اعتدال
 ہے درمیان دو طرفوں کے ایک تکلف
 دوسرا میل کچلا ہونا جو کہ دونوں مذموم ہیں -

حدیث - اپنے کپڑے دھو لیا کرو اور
 اپنے بال لے لیا کرو اور صفائی رکھا کرو
 کیونکہ اکثر بنی اسرائیل ایسا کرتے تھے
 بلکہ میل کچیلے رہتے تھے - شاید اس کو

عن علی (رض) ف فیہ مطلوبۃ
القدار الضروری من الزینۃ واحدی
حکمہ ماہومذکور فی الحدیث ومعنا
الظہار نعمۃ اللہ کمّا یظہر من غیر حدیث

رہتے تھے۔ شاید اسکو زیادہ سمجھتے ہوں) سو
اون کی حورتیں نہ بنا کرنے لگیں (کیونکہ
خاوندوں سے اونکو نفرت ہوئی اور دوسرے
زینت کرنے والوں کی طرف رغبت کرنے
لگیں) ف اس سے ضروری زینت کا مطلوب ہونا معلوم ہوئی اور اسکی ایک حکمت تو
وہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے (اور یہ حکمت خاص نبی نبی والوں کے لئے ہے) اور
دوسری حکمت اخبار ہے حق تعالیٰ کی نعمت کا جیسا متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے
(اور یہ حکمت عام ہے نبی نبی والوں کے لئے اور غیر نبی نبی والوں کے لئے)

الحل یثبج افضل الاعمال ان یخل
علی اخیک المؤمن من مہرہ وراقضی عنہ
دینا واطعم خبزنا بن ابی الدنیاء فی
قضاء الحوائج (رح) عن ابی ہریرۃ (رح)
عن ابی ہریرۃ (رح) ف وھذا اکلہ
من ادم اخلاق الصوفیۃ والزعماء
لا سیما الاول منها والثالث۔

حدیث۔ سب اعمال سے افضل یعنی
بعض اعتبارات سے) یہ ہے کہ تو اپنے بھائی
مسلمان پر سرور کو داخل کرے یا اسکی
طرف سے کوئی دین ادا کرے یا دسکوروٹی
رمز مطلق کھانا کھائے ف یہ سب
صوفیہ کے اخلاق دائرہ لازمہ ہیں خاصکر
اول وثالث۔

الحل یث۔ افضل الذکر لا الہ
الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ
(ت کا حب لک) عن جابر (رح)
ف ویلزم منہ ان افضل الذکر بن
من لزم افضل الذکر وبھذا یثبت
افضلیۃ الصوفیۃ من سائر الناس
فان التزامہم ہذا الذکر معلوم
ودل الجزء الثانی علیہ ان لا یسر من لک

حدیث۔ سب اذکار سے افضل لا الہ
الا اللہ ہے اور سب دعاؤں سے افضل
الحمد للہ ہے ف اور اس سے یہ بھی
لازم آتا ہے کہ ذاکر بن میں سب سے افضل
وہ ہوگا جو اس افضل الاذکار کو لازم رکھے
اور اس سے صوفیہ کی افضلیت باقی ہوگی
پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اونکا التزام اس
ذکر پر معلوم ہے اور دوسرے جو اس پر سوال ہے

بعض احوال صوفیہ

۶۹

بعض احوال صوفیہ لا افضلیۃ ذکر ہم و ذکر ہم فی التعلیل الاول

یشتغل بالذماء صورة لا یشغاله بالذکر
لا ینکر علیہ بقرۃ الدماء فان الذکر الیم
دعاء حقیقۃ وان لولیسو دعاء فی العرف
اولن پر نگیر نہ کی جاوے گی کیونکہ ذکر بھی (جس میں وہ مشغول ہیں) دعاء ہی ہے حقیقتہ (چنانچہ
اکھبر اللہ کو دعا فرمایا گیا ہے) گو عرف میں اسکو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا
سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

الحل یث - افضل الناس مومن
بین کس یمین (طب) عن کعب بن مالک
رضی **ف** هو اصل لما علیہ القوم من
الزیادة فی اکرام اولاد الصالحاء کما هو
مشاهد عنہم فان الحدیث رجم اولاد
الکرام علی سائر العوام -

پس جیسا مشاہد ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے۔
الحل یث - افضل امتی الذین
یعملون بالوص (ابن لال) عن عمر
رضی **ف** لیس المراد ان الرخص افضل
من العز او انما هذه الفضيلة لاحدی
العوارض فمنها العجب بالعمل بالعز او
وهذا موکول الی رای الشیخ لا الی
رای المرید ومنها تسویل النفس
ترکھا لعدم المشقة فیها ومنها الشاق
فی دلیلہا نہ علی الاخذین **ف** یخفف وھذا
کلہ فیما یجوز العمل فیہ بالعزیمۃ واما

کہ بعض بزرگ جو ظاہر اذعار میں مشغول نہیں
ہوتے اسوجہ سے کہ وہ (زیادہ تر) ذکر میں
مشغول رہتے ہیں اس ترک دعا سے
وہ مشغول ہیں) دعاء ہی ہے حقیقتہ (چنانچہ
اکھبر اللہ کو دعا فرمایا گیا ہے) گو عرف میں اسکو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا
سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

حدیث - سب لوگوں سے افضل وہ مومن
ہے جو دو کرمیوں کے درمیان ہو (یعنی اولاد کے
ماں باپ متقی ہوں لان الکرم ہو التوفی
وقال تعالیٰ ان اکرم عند اللہ التقوا) **ف**
یہ حدیث صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے
کہ وہ بزرگوں کی اولاد کی زیادہ تعظیم کرتے
ہیں جیسا مشاہد ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے۔

حدیث - میری امت میں افضل وہ لوگ
ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں **ف**
اسکا یہ مطلب نہیں کہ رخصت عزیمت
افضل ہے یہ فضیلت رخصت کی صرف کمی
عارض کی وجہ سے ہے ایک عارض یہ ہے
کہ عزائم پر عمل کرنے سے عجب پیدا ہو جائے
اور یہ شیخ کی رائے پر ہے مرید کی رائے پر
نہیں اور ایک عارض یہ ہے کہ نفس اس کے
ترک کو اس لئے ترجیح دے کہ اس میں
مشقت نہیں (اور نفس یہ کہے کا جز ہوتا ہے

اصل اکرام اولاد الکرام

۷۰

فی العمل بالوص

والا يجوز فيه بالحرمة فان الحرمة
هنا لك هي الرخصة وهذا كله مما يروى
القوم علماء وعملًا -

مشقت سے تو اس میں ثواب کم ملے گا جیسے
باوجود تیم جائز ہونے کے وضو کی مشقت کٹ جائے
کہ تیم کا ثواب کم ہو حالانکہ جس محل میں وہ
م شروع ہے اور سکا ثواب بھی وضو سے کم نہیں) اور ایک یہ ہے کہ اس کی دلیل میں شک
ہے جیسے اہل بدعت کو مسح ظہین میں کلام ہے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے معارض ہے اسلئے
اوسکی دلیل مرجوح ہے حالانکہ اس کی دلیل بھی قطعی ہے اور محض ہے قرآن کی اخیر
کے دو عارض پر ضعیف متنبہ کیا ہے اور یہ سب اوس صورت میں ہے جہاں عزیمت پر بھی
عمل جائز ہے باقی جس میں عزیمت پر عمل جائز نہیں وہاں تو یہی عزیمت ہے کہ رخصت پر
عمل کیا جاوے (جیسے خفیہ کے نزدیک قصر) اور یہ سب صوفیہ کی مرادوں میں ہے علنا
بھی عمل بھی۔

الحل یثابح افضلکم الذین اذا اذکار
ذکر الله تعالى لرویتهم (یعنی جو کہ جس نے اس
رض) فی حاشیۃ المصنف اذا رآ
بالبصر والبصیرۃ اھ فعمدنا رفقو ذکرہم
وهذا احد علامات الولاية حیث یغلب
على القلب ذکر الله والتوجه الیہ بزیارۃ
و ذکر ہر۔

حدیث۔ تم میں سے سب سے افضل وہ لوگ
ہیں کہ جب انکو دیکھا جاوے تو اسے تائب یا د
آ جاوے ان کے دیکھنے سے ف حاشیہ
ضنی میں ہے کہ یہ دیکھنا خواہ بصر سے ہو
(جسکو دیکھنا کہتے ہیں) خواہ بصیرت سے ہو
(جسکو خیال کہتے ہیں) اھ پس یہ حدیث
عام ہوئی اس کے دیکھنے کو اور اس کے تذکرہ کو

(کیونکہ تذکرہ سے انکا خیال آجاتا ہے) اور یہ علامات ولایت میں سے ایک علامت ہے کہ
اونکے زیارت اور انکے تذکرہ سے حق تعالیٰ کی یاد اور اس کی طرف توجہ کا قلب پر
غلبہ ہو جاتا ہے۔

حدیث۔ دین (کے اجزاء) میں سب سے
افضل ورع (یعنی معاصی سے بچنا) ہے

الحل یثابح افضل الدین الورع
(للضیاء ادا بن ضریر) ف ومن ثمر

مع وجه الزودان المکتوب فی التمر من ولس من الرمز فوا انما الضیاء اور مخرج بن ضریر ۱۲

ذکر اس کے بعد ان علامات ولایت

افضل الدین

ترى العارفین یعقونون بہ اشد اعتناء
اکثر من تکتبیں الاعمال والعامة
یلتفتون الیہ ولا یعدون من الکمال
الثقات بھی نہیں کرتے اور اسکو کمالات میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت
حدی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

الحل یش۔ اقل من الذنوب یمن
علیک الموت و اقل من الدین تعش حراً
(ہب) عن ابن عمر و هذا مشاہد
فی القوم یجدون الموت حین تفکرهم
فیہ هیئاً لا فاضة الا انوار علی قلوبهم
یسبب الطاعة بخلاف العاصی اذا تفکر
فیہ وجلا کصبا لو حشیت من ذنوبہ
وکذلک یعیشون احراً لا یتدل للون
لخلق کما یتدل من علیہ الدین لمن لا
الدین۔

و حشیت ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزاد رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں
کسی مخلوق کے سامنے تدلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرضدار قرض خواہ کے سامنے تدلل
اختیار کرتا ہے (مطلب یہ کہ ذلت کی جزا اختیار ہے وہ کسی احتیاج کا علاقہ نہیں رکھتے)
الحل یش۔ اقراؤ القرآن بالحنن
فانہ نزل بالحنن (للطبرانی) **ف**
فیہ اصل التواجل اذا لم یکن دیاء
بل یكون استجلا بالخشوع و کون
الحنن الاختیاری تواجداً ظاهراً۔

ف اسی جگہ سے تم عارفین کو دیکھتے ہو
کہ اسکی طرف اشد رجہ کی توجہ تکثیر اعمال
سے بھی زیادہ کرتے ہیں اور عوام اسکی طرف
شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت
حدی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

حدیث۔ گناہ کم کر (یعنی مت کر) تجھ
موت آسان ہو جائیگی اور قرض کم کر دینے
مت کر تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا
ف اور صوفیہ میں اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے
کہ وہ جب موت کا خیال کرتے ہیں تو ان کو
سہل معلوم ہوتی ہے کیونکہ طاعت کے
سبب اونکے قلوب پر انوار فائض ہوتے
ہیں (ان کی برکت سے ان کو موت سے
وحشت نہیں ہوتی) بخلاف عاصی کے وہ
جب موت کا خیال کرتا ہے وہ اس کو

وحشت و ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزاد رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں
کسی مخلوق کے سامنے تدلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرضدار قرض خواہ کے سامنے تدلل
اختیار کرتا ہے (مطلب یہ کہ ذلت کی جزا اختیار ہے وہ کسی احتیاج کا علاقہ نہیں رکھتے)
حدیث۔ قرآن مجید غلغلی کی کے ساتھ پڑھاؤ
کیونکہ وہ غلغلی ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے
ف اس میں دلیل ہے تواجدی سبب
ریا سے نہ ہو بلکہ تحصیل خشوع کے۔ یہ جو
اور حزن اختیار کرنا تواجدی جو نافرمانی سے

کیونکہ وہ ہر غیر اختیاری ہو تم ہے اور یہاں وجہ اختیاری ہے ورنہ ماہر بہ نہ ہوتا
الحديث - اقبلوا ذوی العیثات
 عثا اقموا الحدود (للا ما را حد
 فی مسئلة) ف وهذا هو المشاهد
 فی ائمة الطریق تنزیلاً للناس منازل
 واما المغلوبون من القوم فیسوون
 بین ذوی العیثات وغیرہم یعدون
 للغلبة وعامة الناس یرحمون الکفرین
 علی الاولین بجملة منهم -

حدیث - اہل وجاہت کی لغزشیں مٹا
 کر دیا کر دیکر حدود کے ف اہل طریق
 میں جو مقتدا ہیں ان میں ہی امر مشاہدہ
 کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ
 لوگوں کو اپنے مرتبہ پر رکھتے ہیں باقی مغلوب
 درویش وہ اہل وجاہت اور غیر اہل جہاد
 میں مساوات رکھتے ہیں اور یہ بھی حدود
 ہیں بوجہ مغلوب ہونے کے مگر عام آدمی
 ان مابعد والوں کو ماقبل والوں پر ترجیح دیتے ہیں جس کا سبب ناواقفی ہے۔

الحديث - اکبر امتی الذین
 لم یعطوا فیطر واولو یقت علیہم
 فیسالوا رخصاً والبغوی وابن شاہین
 عن الجدل الانصاری (ح) ف
 هذا هو التعديل الذی یرشد الیہ
 المحققون من القوم ویأمرون السالك
 بان لا ینہمکوا فی کسب غلب الموجد
 بالتجاوز عن حد الضرورة ولا یضیعوا
 الموجد فیتشوشون فیتذللون -

حدیث - میری امت میں سب سے بڑے
 (درجہ میں) وہ لوگ ہیں جن کو نہ تو اتنا مال
 ملا ہو جس سے وہ اترا سکیں لگیں اور نہ ان پر
 اتنی تنگی کی گئی ہو جس سے (وہ لوگوں سے)
 مانگنے لگیں یہ مانگنا عام ہے خواہ صریح
 طور پر ہو خواہ ترکیبوں سے ہو) ف یہی
 وہ اعتدال جس کی طرف صوفیہ متعین بہرہ
 کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں اور
 سالک کو حکم کرتے ہیں کہ جو چیز اپنے پاس
 موجود نہ ہو اس کے کمانے میں اتنا اتنا ہٹ کر
 جس سے ضرورت سے آگے بڑھ جاویں اور
 جو چیز اپنے پاس موجود ہو اس کو ضائع نہ کریں
 جس سے مشوش ہو جاویں اور ذلت
 اختیار کریں (یعنی طمع و حرص اور عرض حاجت میں مبتلا ہو جاویں)

حدیث - ایک دن میں ایک بار سے

الحديث - اکثر من اکلاء کل یوم

حدیث - اہل وجاہت کی لغزشیں مٹا

۶۳

الہادی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تفہیم القرآن
جلد اول
مکمل ہونے پر

سراف ہب عن عائشہ واوردہ فی کثر
الجمال ایضہ بر من ہب عن عائشہ فضعف
وزاد فیہا واللہ لا یحب السرافین و
ورد فی الجوامع الصغیر فی حروف الکات
من فعلہ صلے اللہ علیہ وسلم یلفظ کان
اذا عقد ی لم یتمش واذا قش لوی یفعل
بر من (رحل) عن ابی سعید وکتب
الی جنبہ علامۃ رحمہم (لکن الغالب
انہ تصحیف لانه مرہم العزیزی فی
الصارۃ بانہ اسناد ضعیف فیدل المرہم
علی الرمز وکان هذا تحقیقا لثبوت
الحديث واما تحقیق مدلولہ فہو ان
بعض اہل الزہد تعلق بظاہر بفظہ
وادعی کہ اہل الاکل کل یوم مرتین
ولا یعمہم التعلق لا شیئا ولا دلالة اما
الاول فلضعف والکراہۃ من الاحکام
فلا تثبت بالضعیف وان لم یثبت
ما یعارضہ فلو ثبت فہا لولے وقد ثبت
قولہ وفعلا اما الاول فیکفیک الحش
علی السحور والافطار ویکونان فی یوم
واحد واما الثاني ففی جمع الفواہد
فی کتاب الزہد بروایۃ الترمذی
ما اکل آل محمد اکلین فی یوم واحد

۷۴

زیادہ کھانا اسراف ہے اور ایک روایت
میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اسد قتالی اسراف
کر نیوالوں کو پسند نہیں فرماتے اور کثر السراف
میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور
ایک روایت میں (فعلی حدیث) ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو
کھانا نوش فرماتے تو شام کو نوش نہ فرماتے
اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نوش
نہ فرماتے اور عزیز نے اس حدیث کو
ضعیف کہا ہے اور تصحیر حدیث کے ثبوت
کی تحقیق ہے (کہ ضعیف ہے باقی اسکے
مدلول کی تحقیق وہ یہ ہے کہ بعض اہل زہد
نے اس کے ظاہر الفاظ سے تسک کر کے
دعویٰ کیا ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا
مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہ تسک
صحیح نہیں نہ ثبوت نہ دلالت نہ ثبوت تو اسلئے
کہ حدیث ضعیف ہے (جیسا ابھی گذرا)
اور کراہت بمنزلہ احکام کے ہے پس
حدیث ضعیف سے وہ ثابت نہ ہوگی اگرچہ
کوئی اسکا معارض بھی ثابت نہ ہو اور اگر
معارض بھی ثابت ہو جاوے تو بدرجہ
اولیٰ ذکر اہتہ ثابت نہ ہوگی) اور یہاں
معارض ثابت ہو چکا ہے تو لا بھی غلط ہو

الا احداً ما تم فغیہ تصریح بان لا کل
مرتين فی يوم واحد لا یعاب فی بیئہ
صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یحکم علیہ
بالکراهۃ اما الثانی ای دلالت الحدیث
علی الکراهۃ فیظہر حالہ بالتامیل فی
الفاظ الحدیث فان علیہا بکون اسرافاً
والاسراف لا یتیمم مع الحاجۃ والاباحت
فیصل الحدیث علی ما اذا اکل مرۃ ثانیۃ
من غیر جوع کما هو مادۃ المتفرقین الخادین
للبطن بیا کلون اداء الحق الوقت
کان الوقت سبب لوجوب الاکل کما هو
سبب لوجوب الصلوۃ وامان اکل
للحاجۃ فلا شناعۃ فیہ اصلاً حتی ان من
احتاج الی اکثر من مرتین لعارض المرض
او النقاۃ لا حرج فی اکثر من مرتین
ایضا ویجوز حدیث اذا اقلد ی لم یعتزل
علی عدم وجوب الاکل والعشاء فی
اکثر الاحوال فتکان بیاناً لما کان علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضیق
المعیشۃ کما روی الشیخان عن عائشۃ
رضی اللہ عنہا قالت لقد مات النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وما شبع من خبز
وزیت فی يوم واحد مرتین لا علی ثلاث

قوی ثبوت میں تزییات کافی ہیں کہ سحر و
انفطار کی ترغیب دی گئی ہے اور ظاہر
ہے کہ دونوں ایک ہی دن میں ہونے
ہیں اور فعلی ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں
ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کے گھروالوں نے ایک دن میں دوبارہ
کھانا کھایا ہے تو ان میں ایک بار کا
کھانا خرماء ضرور ہوا ہے اس میں تصریح
ہے کہ ایک دن میں دوبارہ کھانا آپ کے
دولت خانہ میں محبوب نہیں تھا تو اس پر
کراہت کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے رہا
امر ثانی یعنی حدیث کی دلالت کراہت پر
سوا کما حال خود حدیث کے الفاظ میں
غور کر کے ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکی
علت اسراف خرمائی گئی ہے اور اسراف
حاجۃ اور اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا
پس حدیث اس صورت پر معمول ہوگی
جبکہ دوسری بار بدو نہ بھوک کے کھانے
جیسا اہل تنعم خادمان شکر کی عادت سے
کہ محض ادائے حق وقت کے لئے کھاتے
ہیں گویا وقت سبب ہے وجوب اکل کا
جیسا وقت سبب ہے وجوب صلوۃ کا
باقی جو شخص حاجت کے سبب کھاوے

الغداء والعشاء عند افتتبه واحذر
ان تقع في الافراط والتفريط والله اعلم
حاجت ہو کسی مرض یا نقاہت کے سبب اس کے کئے دو ہارے زائد کھانے میں بھی
حرج نہیں یا اس حدیث کو کہ صبح کو کھا کر شام کو نوش نہ فرماتے اور بالکس اس پر
محمول کیا جاوے کہ اکثر احوال میں کھانا موجود نہ ہوتا تھا پس اس حدیث میں اس
تنگی کا بیان ہو گا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثری حالت تھی جیسا بخاری
وسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات ہو گئی اور ایک دن میں دو بار روٹی اور روغن زیتون سے آپ شکم سیر
نہیں ہوئے اور حدیث اس پر محمول نہیں کہ آپ قصد صبح و شام کا کھانا ترک
فرماتے تھے۔ اچھی طرح سمجھ لو اور افراط و تفريط میں واقع ہونے سے احتیاط کرو
واللہ اعلم۔

حدیث۔ ذکر اللہ کثرت سے کرو
یہاں تک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں حدیث
ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ
ریا کار کہنے لگیں وہ دونوں حدیثیں
تھوڑے تفاوت سے قریب ہی گذری
ہیں ایک تو اس حدیث کے بعد اذا
کان فی آخر الزمان دوسری اس حدیث
کے بعد اذا نفس اور دونوں کے درمیان
دو حدیث کا فصل ہے اور دونوں کے
متعلق فوائد بھی گذر چکے ہیں انکے اعادہ
کی حاجت نہیں البتہ میں نے حاشیہ
حقنی میں بعض زائد فوائد دیکھے ہیں

الحديث - أكثر ما ذكر الله حتى
يقولوا مجنون (ص ۶ حبك حب)
عن ابی سعید (ح) الحديث
أكثر ما ذكر الله تعالى يقول المنافقون
أنكم مراؤن (ص ص) في الزهد (ص)
عن ابی الجوزاء مرسلًا (ص)
مر الحديثان قريبا باختلاف يسير
في الالفاظ أحدهما بعد حديث إذا
كان في آخر الزمان والآخر بعد حديث
إذا نفس وبينهما الفصل مجد يشين
وقد مر ما فيهما من الفوائد فلا
حاجة الى عادتهما ثم رایت فی حاشیة

الحنفی بعض الاولیاء وان لو یکن مدلل
 الحدیث لکن المتعلق بہ قرأت نعتہ
 متمم الفائدۃ فقال فی الحدیث الاول
 اکثر وا ذکر اللہ ای بای نوع کان
 والاولی لاہل النفوس الامارۃ لا الہ
 الا اللہ فان لہا سر عجیباً فی التطہیر
 ولذا اختارہا اولی اہل اللہ الملقون
 للادکار فاما کالسیف القاطم کالمیاء
 عن شیعہ وقال فی الحدیث الثانی اکثر
 ذکر اللہ الخ ولذا کان السلف یلقن بضم
 بعضاً الذکر لخذ ذلک بالحدیث السلسل
 فاذا لقن الشیعہ تسلیماً انہزت تلک السلسلۃ
 وفاض علیہ النور منہا بقدر اعتقاده فی
 شیخہ وینبی للذکر ان یتبدی بالنفی
 من حجتہ یمینہ لان الشیطان فی الجوز
 لفظ اللہ حجتہ یسارہ لان القلب حجتہ
 یسارہ فالتمیز فی الذکر وارد عن السلف
 بخلاف التمزک فی قرآنہ القرآن والعلوم
 فالاولی ترکہ ای تقصد خلاف الاولی
 فان غلب الحال علی الشخص فلا بأس بہ
 ویسن الجہر بالذکر حیث لو یخفی ویلہ ولو
 یشوش علی ناظر والا آسراً فلا یطعن
 القول وذلك لان الجہر یشطو لذلک قال

گو وہ حدیث کے مدلول نہیں لیکن اُس کے
 متعلق ہیں اُن کا نقل کرنا تیسرے فائدہ کیلئے
 مناسب معلوم ہوا سو حدیث اول کے تحت
 میں اوصوں نے کہا ہے کہ ذکر کی کثرت کرو
 جس طرح ہو اور نفس امارہ والوں کے لئے
 لا الہ الا اللہ کا ذکر زیادہ اولی ہے اس میں
 تطہیر کے لئے مرغیب ہے اسی لئے اہل اللہ
 نے جو کہ ذکر کی تلقین کرتے ہیں اس کو
 اختیار کیا ہے وہ شمشیر برائے کلچر و خصوص
 جب کسی شیخ کی طرف سے تلقین ہوا اور
 حدیث ثانی کے تحت میں کہا ہے کہ اسی لئے
 سلف ایک دوسرے کو ذکر کی تلقین کرتے
 تھے کیونکہ اس میں (گویا) حدیث مسلسل
 اخذ کرنا ہے پس جب شیخ اپنے غریب کو تلقین
 کرتا ہے وہ سلسلہ حرکت کرتا ہے اور جتنا
 شیخ سے اعتقاد ہوتا ہے اتنا ہی اُس سلسلہ
 کا نور اُس پر فائز ہوتا ہے اور ذکر کے
 لئے مناسب ہے کہ لا الہ الا اللہ کو داہنی طرف
 سے شروع کرے کیونکہ اس جہت میں شیطان
 ہے (شاید یہ اس آیت سے ماخوذ ہو قالوا
 انکم تاتوننا عن الیمین) اور الا اللہ کو بائیں
 طرف ذکر کرے کیونکہ قلب بائیں جہت میں
 ہے سو ذکر میں حرکت کرنا سلف سے منقول ہے

شخص لشخص یدکر فی المسجد بحضورہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا ریاہ فقال
صلی اللہ علیہ وسلم دعوا فانہ مہیم ام
قلت ولما رعدا الحدیث فلیحقق فقط

اور قرآن اور علم میں حرکت کا ترک اولیٰ ہو
یعنی جو قصد ہوا اور اگر کسی پر حال غالب
ہو جاوے تو کچھ ڈر نہیں اور ذکر میں جہر
مسنون ہے جب کہ ریا کا خوف نہ ہو اور

اور کسی سونے والے (یا نماز پڑھنے والے) کو پریشانی نہ ہو ورنہ آپس نہ کرے علی الاطلاق
ایک ہی بات نہ کہہ دے کیونکہ جہر سے نشاط ہوتا ہے ایسا وسطے کسی شخص نے دوسرے
شخص کی نسبت جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رد بروز ذکر جہر کرتا تھا یوں کہہ دیا
کہ یہ ریا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اس کے حال میں رہنے دو یہ عاشق ہے
مگر میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی تحقیق کر لیا جاوے

الحلیث - الزم بیتک (طب)
عن ابن عمر (رض) فیہ الحنف علی
العزلة قال الحنفی و هذا فی حق غیر اہل
من الطالبین للوصول ام قلت وفی حق
المطہرین الطالبین لاستعداد الوصول
كما اعتزل صلی اللہ علیہ وسلم عن الناس
اول حالہ وفی حق الواصلین الغارین
عن الفتنة اذ المریتینو الاصلاح او لم
یتوقعوا الاصلاح وحیث لا یوجد ہذا
العوارض فالامر الاصلی ہوا الخاطی
للافاۃ والاستغادة كما نطقت بہ
النصوص الکثیرۃ -

حدیث - اپنے گھر سے (یعنی جو اپنے
رہنے کا ٹھکانا ہو اس سے) چٹا رہے (یعنی
گھر سے بے ضرورت نہ نکلے) ف اس میں
ترغیب ہے گوشہ نشینی کی حنفی نے کہا ہے
یہ اون لوگوں کے حق میں ہیں جن کو طہارت
نفس حاصل نہیں ہوئی اور وہ وصول کے
طالب ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اور اون
مطہرین (متقین) کے حق میں بھی ہے
جو استعداد وصول کے طالب ہیں جیسے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء
حال میں لوگوں سے علیحدگی اختیار فرمائی
تھی اور اون واصلین کے حق میں بھی

ہے جو فتنہ سے بھاگتے ہیں یعنی فرار عن الفتنة اونکی عزالت کا باعث ہے) مگر اوسیں
شرط یہ ہے کہ ان حضرات پر اصلاح کا مدار نہ ہو گیا ہو یا انکو اصلاح کی امید نہ رہی ہو

۴۱
فصل فی حق الطالبین

اور جس جگہ یہ عارض نہ پائے جاویں تو امر اصلی یہی ہے کہ افادہ واستفادہ کے لئے مخالفت کی جاوے جیسے بکثرت نصوص نطق ہیں۔

الحل یث - الصواب العوافی انما ان یری فی دینک غلطہ (ہب) عن المطلب ابن عبد اللہ (رض) وفی کوننا الحقائق برض (ذ) ونلفظ اکرا ان یکون فی دینک **ف** قال العزیزی فالامر بالإباحۃ ام قلت لکن اذا نظرت الی حکمتہ هذا الامر من قولہ - فانی اکرمہ الخ ترجح کونہ للندب ولوبالغیر وهو ان یری الناس کون الذی سمحا یعجب الیہم وهو اقوی داعم للعامة الی الدین ومن ثم تری المحققین لا یحبسون ولا یسرون ویسیرون ولا یصرن ویبشرون ولا ینفرون ویزحون تارة ویشتغلون بالمباحات اخرى ویراعون فی هذا کلام الاعتدال الا من غلب علیہ حال العیبة فهو غلب مکلف بهذا المصالح۔

دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی کرتے ہیں اور کبھی مباحات (تفریحیہ) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے مکلف نہیں۔

الحل یث - الله مع الدائن حتى یقضی دینہ (للزمذنی) **ف** وورد

حدیث - کچھ کھیل کود بھی لیا کر دین اسکو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی دیکھی جاوے **ف** عزیزی نے کہا ہے کہ یہ امر اباحت کے لئے ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب ہم اس امر کی حکمت پر نظر کرتے ہیں یعنی یہ ارشاد کہ میں پسند نہیں کرتا الخ تو اس امر کا مذہب کے لئے ہونا راجح معلوم ہوتا ہے اگرچہ مذہب ہونا عارض کے سبب ہو گا اور وہ عارض یہ ہے کہ لوگوں کو دین کا سہل اور نرم ہونا نظر آوے اور اس کے سبب او کو دین سے محبت ہو جاوے اور عام لوگوں کے لئے یہ دین کی طرف بہت قوی داعی ہے اور اسی مقام سے تم محققین کو دیکھو گے کہ ناک مہذبہ دہا کر نہیں بیٹھتے اور آسان برتاؤ رکھتے ہیں سختی کا برتاؤ نہیں کرتے اور بشارتیں دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی کرتے ہیں اور کبھی مباحات (تفریحیہ) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے مکلف نہیں۔

حدیث - اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ اپنے قرض کو ادا کر دے

حدیث

التخذیر فی بعض الأحادیث عن الدین والجمع بینہما أن الدین من غیر ضرورة یحل دعتہ وما عن الضرورة مع نية القضاء جالب لمعية الحق وأهل الطری مختلفون فیہ فمنہم من قلب علیہ الحال الأولى فیستدینون توکلاً علی اللہ ویبدلون فی الخیر ویوسعون فی مفهوم الضرورة ومنہم من قلب علیہ الحال الثانیة فیأخذون بجانب الاحتیاط ویضیقون فی مفهوم الضرورة والاسلو لاہل زمانناہو الطریق الثانی

فت اور بعض حدیثوں میں قرض سے ڈرایا گیا ہے اور دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو قابل حذر ہے اور جو ضرورت سے ہو اور اس کے ساتھ نیت ادا کی بھی ہو وہ سمیت حق کا سبب ہے اور اہل طریق اس میں عملاً مختلف ہیں بعض پر تو پہلا حال غالب ہے (جو متن میں ہے) وہ توکل پر قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں توسع کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار

کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ علیہ تھے کہ بہانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے وفات کے دوسرے تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی کہ اسے سب قرض ادا کر دیا جو کئی ہزار تھا) اور بعض پر دوسرا حال غالب ہے (جو متن کے بعد مذکور ہے) وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے جیسے ہمارے ہی زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ قرض میں بید احتیاط فرماتے تھے) اور اسلم ہمارے زمانہ والوں کے لئے یہی دوسرا طریقہ ہے (کہ قرض سے بچے حتیٰ کہ جہان کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرے) وجہ یہ کہ اس وقت طبائع بھی ضعیف ہیں اور اہل امد کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا کو توجہ بھی کم ہے تو مقرضیت کا نتیجہ ایسی حالت میں بجز پریشانی کچھ نہیں اور پریشانی سے علاوہ کلفت کے بعض اوقات دین کو بھی ضرر پہنچ جاتا ہے۔

الحکمیت - اما اهل النار الذین حدیث - اور جو واقعی اہل نار میں اس

جواز آمدن فی الوجود فی الامن القدسیہ

۸۲

خبر الامور و اساطیر

اگر شیخ کسی کو کسی خاص عنایت (ورعایت) میں (دوسروں پر) مقدم کر دے تو نہ اس کو جائز ہے کہ وہ اپنے کو (رتبہ میں) مقدم سمجھنے لگے و نہ لو کسی کو جائز ہے کہ شیخ کی شکایت کرنے لگے (کہ اس میں کوئی استحقاق تقدیم کا نہیں) کیونکہ تقدیم کبھی کسی مصلحت سے ہوتی ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ شخص واقع میں بھی (رتبہ کے اعتبار سے) مقدم ہو بلکہ معاملہ بالعکس بھی ہو سکتا ہے جیسا اس حدیث میں آپ نے قوی الایمان کو نہیں دیا اور ضعیف الایمان کو دیا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرمادی مگر ہر وقت مصلحت بیان فرما بھی شیخ کے ذمہ نہیں) اور اس حدیث میں یہ (مسئلہ) بھی ہے کہ کسی کے موہنے پر اوس کی تعریف کرنا صرف اسی صورت میں مذموم ہے (چنانچہ دوسری احادیث میں اس سے نہی آئی ہے) جب کہ اوس سے کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو (مثلاً مدوح میں عجب پیدا ہو جائیگا) لیکن اگر مفسدہ سے امن ہو تو (پھر) اوس میں کوئی خرابی نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی جیسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کی (اونکے موہنے پر) مدح فرمائی (جس میں مفسدہ نہ ہونا تو یقینی ہے اور غالب یہ ہے کہ اوس میں مصلحت بھی تھی) مثلاً اس سے اونکا دل بڑا ہوگا اور دین کو اور زیادہ قوت ہوگئی ہوگی۔

حدیث۔ ایسے امر کو اختیار کر جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور سب سے اچھے وہ امور ہیں جو اوسط درجہ کے ہیں میں کہتا ہوں تحقیق نے تربیت میں اسی سے تسک کیا ہے اور شیخ کے لئے ان اوساط کی علمی تحقیق سب سے زیادہ مشکل ہے

حدیث۔ آپ نے حضرت کعب کو جب

الحل یث۔ امر ابین الازہارین
و خیر الامور اوساطھا (ہب) عن عمر
ابن الحرث بلا غارض قلت و بهذا
تعلق اهل التحقيق فی الذریۃ و هذا
الاساط اصعب الامور علی الشیخ
علما واسہلھا وانفعھا للطالب علما۔

کیونکہ اونکو کبھی اپنے طرفین سے التباس ہو جاتا ہے) اور طالب کے لئے اس پر عمل کرنا سب سے زیادہ سہل اور نافع ہے (اور افراط میں سہولت نہیں تفریط میں نفع نہیں۔)

الحل یث۔ امسک علیک بعض

مالک فہذیر لک (ق ۳) عن کعب بن مالک (رحم) قلت فیہ رعایۃ حال السالک حیث لو یاذن لکعب بن مالک فی التصدق جمیع مالہ ولو ینتہا بابکرۃ عنہ وذلك لعلہ علیہ اللہ علیہ وسلم بنور النبوة انه لا یصبر علی الاضاقۃ مثل ابی بکرؓ وکذلک الشیوخ ینتہون لکل مایرونہ مصلحتہ بنورہ سترہم سے منع نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو نور نبوت سے اسکا علم تھا کہ یہ ابو بکرؓ کی برابر تنگی پر صبر نہ کر سکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر تجویز کرتے ہیں جو اسکے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

الحلیث - ان الله تعالى اذا اراد ان یخلق خلقا للخلافة مسمیة علی ناصیتہ فلا تقم علیہ عین الاحبت (ک) عن ابن عباس (رض) ف الخلیفۃ من یقوم بسیاسة الناس واصلاح معاشهم ومعادهم وامام الامارة وورد اکثر الاحادیث علی هذا المعنی وامام البدن الامارة کالعلماء والشائخ وورد القرآن علی هذا المعنی وفسرہ بقوله تعالى انی جاعل فی الارض خلیفۃ وادخلوا فیہ الانبیاء ولو یرکن بعضهم امراء ویحتمل الحدیث کلاما المعین ومن ثوق قال العزیز

اوتھوں نے غزوہ بنو ک کے مختلف سے توبہ قبول ہو نیکی خوشی سے سب مال خیرات کرنا چاہا یہ فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رہے دو یہ تمہارے لئے خیر (مصلحت) ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں رعایت ہے حال سالک کی اس طرح سے کہ آپ نے کعب بن مالک کو تمام مال خیرات کرنے کی اجازت نہیں دی اور حضرت ابو بکرؓ کو اس سے منع نہیں فرمایا کیونکہ یہ اسکا علم تھا کہ یہ ابو بکرؓ کی برابر تنگی پر صبر نہ کر سکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر تجویز کرتے ہیں جو اسکے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

حدیث - اللہ تعالیٰ جب کسی مخلوق کو خلافت کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ اسکی ناصیہ پر پھیر دیتا ہے تو اس شخص پر کوئی آنکھ نہیں پڑتی مگر اس شخص سے محبت کرتی ہے ف خلیفہ وہ شخص ہے جو لوگوں کی سیاست یعنی اونکی معاش و معاد کی اصلاح کی خدمت کرے خواہ حکومت کے ساتھ اور اکثر احادیث میں خلیفہ کے یہی معنی آئے ہیں اور یا بدون حکومت کے جیسے علماء اور مشائخ ہیں اور قرآن میں خلیفہ کے یہ معنی آئے ہیں اور آیتہ اِنِّیْ جَاعِلٌ

رعاۃ الصلوٰۃ حسب حال الطالبین

۸۳

اللہ العزیز والکرم علی العالمین

فیه یعنی القی علیہ المہابۃ والقبول لیتکون
من النفاذ الاوامر ویطاع وقال ومن
لازم محبة الخلق لہ امتثال اوامرہ وتجنب
نواہیہ وتمکن ہیبتہ من العتلاب
ام وقال الخفی فیہ المراد بہ من اصطفاه
اللہ تعالیٰ وجعلہ ہادیا للخلق الی قولہ
قلیس المراد ہنما خلیفۃ الامارۃ کما
توہمہ جہم ام قلت ولو اید فی الحدیث
خلیفۃ الامارۃ ویقاس علیہ خلیفۃ حق
الارشاد لا شترک العلة وہی نفع
الناس بہ لحصل المقصود وہو عموم
الحکم وہذہ العیبتہ مشترکۃ بالمشاہدۃ
بین السلاطین وبنین اہل اللہ
المساکین وہی القی عبر عنہا بالسلطان
فی قولہ تعالیٰ لموسیٰ مع ہارون علیہما
السلام سنشد عضدک باخیک
ونجعل لکما سلطانا الکیۃ۔

۸۴

فی الارض خلیفۃ میں یہی معنی ہیں اور
اسی معنی میں تمام انبیاء کو داخل کیا گیا
ہے حالانکہ بعض انبیاء امرائے متفقے اور
حدیث میں دونوں معنی کا احتمال ہے
اور اسی وجہ سے عزیزؒ نے (بعضے امرائے
لیکریہ) کہا ہے یعنی او سپر ہیبت اور قبول
کالقاء فرماتے ہیں تاکہ وہ اپنے احکام
جاری کر سکے اور اسکا کہنا سنا جاوے
اور جب خلق کو اس سے محبت ہوگی
اسکے لئے لازم ہے کہ اسکا کہنا مانا جاوے
اور اسکی منع کی ہوئی چیزوں سے بچا
جاوے گا اور اسکی ہیبت قلوب میں جمی
رہے گی اور اس عزیزؒ نے سلاطین مراد
لئے ہیں اور رضیؒ نے کہا ہے کہ مراد خلیفہ
سے وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
(ارشاد خلق کے لئے) منتخب کر لیا ہو
اور اسکو خلق کا ہادی بنایا ہو آگے

کہا ہے کہ یہاں خلیفہ حکومت مراد نہیں ہے جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اور میں کہتا ہوں
کہ اگر حدیث میں خلیفہ حکومت ہی مراد لیا جاوے اور او سپر (خاص احکام میں) خلیفہ
ارشاد کو قیاس کر لیا جاوے بوجہ مشترک ہونے علت کے اور وہ علت لوگوں کو (دینی)
نفع پہنچانا ہے تب بھی مقصود حاصل ہو جاوے گا اور وہ مقصود حکم کا عام ہونا ہے (یعنی
اوس شخص کا صاحب ہیبت ہونا) اور اس قسم کی ہیبت مشاہدہ سے مشترک ہے
سلاطین میں اور ان اہل امر مساکین میں (کہ اکثر اوقات سلاطین کی ہمت بزرگوں کے

سامنے بولنے کی نہیں ہوتی) اور یہی سبب ہے جس کو ساتھ اس آیت میں تعبیر کیا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے بھائی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم ابھی تمہارا بازو تمہارے بھائی سے قوی کئے دیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں کے لئے ایک رعب دینٹے دے اس رعب کا یہ اثر ہوا کہ فرعون جیسا متکبر ان سے دب گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے

الحمد لله ان الله تعالى
انزل الداء والدواء وجعل لكل
داء دواء فتلا وداء اولاد دوا
بحرام رد عزله الداء دواف
فيه الحصى على التداوى وهو
الغالب من فضله صلى الله عليه وسلم
فكان هو السنة وعليه الاثمة
من اهل الطريق لكن لما كان الامم
لادبنا دجا تركه ولا يلام عليه
لا سيما ان كان عن غلبة حال
التوكل كما عليه بعض المشايخ
وهو احدى درجات التوكل
وهي نزهة الاسباب الظنية و
اعلى منها التوكل مع مباشرة
الاسباب فان عدم الاعتقاد
على الاسباب مع مباشرة
الاسباب اعجب منه اذ الم
مباشرة الاسباب لما يخفى وقل

حدیث یہ شک اللہ تعالیٰ
نے بیماری اور دوا دونوں نازل کی
ہیں اور ہر بیماری کے لئے ایک
دوا مقرر کی ہے سو دوا کیا کرو اور
حرام چیز ہے دوا مت کرو
اس میں ترغیب ہے دوز کرنے
پر اور غالب عادت حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی یہی تھی سو سنون طریقہ
یہی ہوا وائے اہل طریق اسی مسلک
پر ہیں لیکن امر چونکہ ارشادی ہے
اس لئے ترک تداوی ہی جائز نہ ہو
اور اس پر ملامت نہ کیجاو گی خصوص
اگر غلبہ حال توکل سے ہو جیسا بعض
مشائخ اس مسلک پر یہی ہیں اور
یہ ایک درجہ ہے توکل کا یعنی ترک
اسباب ظنیہ اور اس درجہ سے اعلیٰ درجہ
وہ توکل ہے جو مباشرت اسباب کے
ساتھ ہو کیونکہ اسباب کو استعمال کرتے

شیخ الاسلام علی بن ابی حمزہ

العزيزی فی قوله لا تلذوا بحرام علی
وقد استدلل الامام احمد بهذا
الحديث وحديث ان الله لم يجعل
شفاء امتی فیما حرم علیہا علی انہ لا یجوز
التداوی بحرم ولا بشئ فیہ محرر
کالبان الاقن وللمحرم المحرمات
والتریاق والصیغ من ذہینا جواز
التداوی بجمیع النجاسات سوی السکر
لحديث العرنیین فی الصحیحین وان
تشری من ابی الہادی کما یل
للتداوی کما هو ظاہر الحديث
وحديث الباب لا تلذوا بحرام
ولم یجعل شفاء امتی فیما حرم علیہا
محمول علی عدم الحاجة بان
یکون هذا دواء غیر نفی عنہ
ویقوم مقامہ من الطہرات
قال البیهی هذا ان حدیث ان
صحیح محمدیان علی النهی من التداوی
بحرام من غیر ضرورة لیجمع بینہما
وبین حدیث العرنیین فقلت
ای ان لم یکن منسوخا فی هذا
الجزء کما هو منسوخ فی الجزء الآخر
یعنی المثلثة اجماعا ووافق هذا القول

ہوئے اسباب پر اعتماد ذکرنا ثبت
اسکے زیادہ عجیب ہے کہ اسباب کا
استعمال نہ کیا جاوے اور پھر اس
پر نظر نہ ہو جیسا ظاہر ہے (یہ تحقیق یہی
تداوی کی آگے تحقیق ہے لا تلذوا
دوا کی) عزیز نے لا تلذوا بحرام
میں علقی سے نقل کیا ہے کہ امام احمد
نے اس حدیث سے اور ایک سری
حدیث سے کہ امیر تھالے نے میری
امت کی شفا حرام چیزیں نہیں رکھی
اس پر استدلال کیا ہے کہ نہ حرام
(خالص) سے تداوی جائز ہے۔
اور نہ ایسی چیز سے جائز ہے جس میں
کوئی حرام جزو ہو جیسے گدھی کا دودھ
اور حرام گوشت اور تریاق (جو سانپوں
سے تیار ہوتا ہے) اور ہارے
مذہب کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام نجس
چیزوں سے تداوی جائز ہے بجز
نشہ والی چیز کے بدلیل حدیث عرنیین
کے جو صحیحین میں ہے کہ اونٹوں کا پیشاب
پیو یعنی دوا کے لئے جیسا ظاہر الفاظ
حدیث کا یہی مدلول ہے باقی رہی
حدیث جو اس مقام پر مذکور ہے

المتأخرون من الحنفية وإما
المتقدمون منهم فلذهبوا
إلى ما ذهب إليه أحمد رحمه
الله تعالى والله تعالى أعلم۔

اور اسی طرح دوسری حدیث کہ میری اُمت
کی شفا حرام میں نہیں رکھی یہ اُس حالت
پر محمول ہے جب حاجت نہ ہو اس طرح
کہ وہاں دوسری پاک دوا موجود ہو جس
سے اُس کی حاجت نہ رہے اور وہ اُس کے قائم مقام ہو سکے (چنانچہ) پہنچتی ہے کہ اُس
کہ یہ دونوں حدیثیں (مانعت کی) اگر صحیح ہوں تو بلا ضرورت حرام کے ساتھ تداویٰ کرنے
سے اپنی پر محمول ہیں تاکہ ان دونوں میں اور حدیث عنین میں تطبیق ہو جاوے جسے میں کہتا
ہوں کہ یہ جب ہے جب حدیث عنین کی اس جزو میں نسخ ہو جیسے دوسرے جزو میں
مثلاً میں اجماعاً نسخ ہے اور اس قول میں متاخرین حنفیہ نے ہی موافقت کی
ہے (کہ ضرورت شدید کیوقت تداویٰ بالحرام کے جواز پر فتویٰ دیدیا ہے)
باقی متقدمین حنفیہ سو اُن کا وہی مذہب ہے جو امام احمد کا مذہب ہے وانشاء
تعالیٰ اعلم۔

الحل یثبت ان الله تعالى يجاوز
لامتی عما حدث به انفسها
ما لم يتكلم به او تعلم به (ق ۴)
عن ابی هريرة (طب) عن عمران
بن حصین (ص) قال العزیزی
فی رواية أخرى ما وسوست به
صدورها قال الخزان المراتب خمسة
ها جس و خاطر حدیث نفس
وهم وعزم فاشی اذا وقع فی
القلب ابتداء ولم یجلی فی النفس
ها جساً فاذا کان موثقاً دلتها۔

حدیث اللہ تعالیٰ نے میری اُمت
کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز
فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے
باتیں کرتے ہیں جب تک اُن کو
نفس سے نہ نکالیں یا اُن کو عمل میں
نہ لاویں عزیزی نے کہا ہے کہ ایک
دوسری روایت میں ہے کہ اُن کے
سینہ میں جو وسوسہ پیدا ہوں غنی
نے کہا ہے کہ خیال کے مراتب
پانچ ہیں ایک ہا جس دوسرا خاطر
تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں

من اول الامر لم یحجج الے
 المراتب التي بعدہ فاذا جال ای
 ترد فی نفسه بعد وقوعه ابتداء
 ولم یحدث بفعل ولا عدمه
 سمي خاطراً فاذا حدثتہ نفسه
 بان یفعل به او لا یفعل علی حد سلی
 من غیر ترجیح لاحد هما علی الآخر
 سمي حدیث نفس فہذا الثلاثۃ
 لا عقاب علیہا ان كانت فی الشر
 ولا ثواب علیہا ان كانت فی الخیر
 فاذا فعل ذلک عوقب او اثیب
 علی الفعل لا علی الہما جس و
 الخاطرو حدیث النفس فاذا
 حدثتہ نفسه بالفعل وعدہ
 مع ترجیم الفعل لکن لیس ترجیحا
 قویاً بل هو مرجوح کالو ہم سمي ہما
 فہذا اثیاب علیہ ان کان فی
 الخیر و لا یعاقب علیہ ان کان
 فی الشر کما فی الحدیث فاذا
 قوی ترجیم الفعل حتی صار جاز
 ما مصمماً لا یقدر علی التراجع سمي
 عن ما فہذا ثیاب علیہ ان کان فی
 الخیر و یعاقب علیہ ان کان فی الشر

۸۸

حکم ہیں جب کوئی بات قلب میں
 ابتداً واقع ہوئی اور اُس نے
 نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اُس
 کو ہا جس کہتے ہیں پھر اگر اُس شخص
 کو تو فریق ہوئی اور اول ہی سے
 اُس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے
 مراتب کی تحقیق کا محتاج نہ ہوگا اور
 اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی
 وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس
 میں اُس کی آمدورفت ہونے لگے
 مگر اُس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی
 منصوبہ نفس سے نہیں باندھا اُس
 کو خاطر کہا جاتا ہے جب نفس کرتے
 نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے
 لگا اور انہیں سے کسی ایک کو دوسرے
 پر ترجیح نہیں ہوتی اُس کو حدیث نفس
 کہتے ہیں سو یہ تین درجہ ایسے ہیں کہ
 ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر پر ہے
 اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے
 پھر جب اس فعل کو کرنا تیب اُس فعل
 پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہا جس او
 خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا جیسا
 بعض علما اس طرف بھی گئے ہیں

قلت والوسوسة عام لجميع
المراتب الثلاثة لها جس والخالط
وحدیث النفس فجميع اقسامها
غير موأخذ به وعدم الموالاة
على حدیث النفس بالحدیث الصحيح
والا لایقین بالاولی لانه اذا
ارتفع حدیث النفس ارتفع ما قبله
بالاولی وان خالفك ان الحكم
بارتفاع حدیث النفس بالحدیث
یتوقف على كون المراد فی الحدیث
ما اصطالحتم علیه فما الدلیل علیه
فارخه بان هذا الاصطلاح
عین اللغة والنصوص محمولة
على اللغة ما لم یطرأ علیها اصطلاح
شرعی ولم یطرأ فیحصل على اللغة
هو ما ذکرنا فانهم والسر فی عدم
الموأخذة على الها جس لانها ليس
من فعله وانما هو مؤثر ودر علیه
لا قدر له علیه والا صنع و
الخالط الذی بعده وان كان قلوبا
على دفعه بصرف الها جس اول
وساودة لكنه لما كان دون حدیث
النفس وهو مافوق الحدیث كان

پھر جب نفس میں نفل یا عدم فعل کا
منصوب ترجیح نفل کے ساتھ ہونے
لگا۔ لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے
بلکہ مرجح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس
ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے
اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا
ہے اگر شر میں ہے پھر جب فعل کا
رجحان قوی ہو گیا یہاں تک کہ جازم
مضمون بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا
اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب
ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا
ہے اگر شر میں ہے اور یہی کہتا ہوں
کہ لفظ وسوسة تینوں مرتبوں کو عام ہے
یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس
سوسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ
نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں
حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا
اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو
حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی)
اور بقیہ دوم پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عزم
مواخذہ بالاولی ہے۔ کیونکہ جب حدیث
النفس معاف ہے تو اس کے ماقبل
کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر) کہ

مرہء عا بالاولیٰ کما ذکرنا و نفا و بطلان
 النحل اشکال عن یص و هو ان الکلیات
 الشرعیة والقواعد العقلیة تقتضی
 المواخذة علی الاختیاری و عدم
 المواخذة علی غیر الاختیاری
 فاختصاص الامامة المرحومة من
 بین الامم ان کان باعتبار غیر
 الاختیاری من المراتب المذکورة
 یلزم تکلیف الامم السابقة بغير
 الاختیاری و هو ینافی الکلیات الشرعیة
 و ان کان باعتبار الاختیاری فما الفرق
 بین اختیاری و اختیاری حیث یؤخذ
 علی العزم و لا یؤخذ علی حدیث
 النفس مع اشتراكهما فی كونهما اختیاراً
 وجه الاختلال ان الاختصاص باعتبار
 الاختیاری و الفرق بین العزم
 بین الخاطو و حدیث النفس ان
 الخاطو کن حدیث النفس و ان کان
 دفعه اختیاراً لکنه یتحتاج الی
 قصد الدفع و اکثر ما یقع الذھول
 عزھد القصد فی الاول الی الثالث
 و الثالث فالواخذة علیہ لایافی
 الکلیات الشرعیة لکن الرحمة الالھیة

۹۰

اُس سے اہوں وادوں ہیں) برہم
 اولیٰ معات ہوئے اور اگر تکوینی خلقان
 ہو کہ حدیث کی بنا پر حدیث کی معانی
 کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث
 میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی
 معنی مراد ہوں ہو جس کی کیا دلیل ہے
 پس اس خلقان کو اس طرح دفع کرو
 کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور
 نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول ہوتے
 ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی
 شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جائے
 اور یہاں طاری نہیں ہوئی۔ پس
 لغوی معنی ہی مراد ہوئے اور لغوی معنی
 حدیث النفس کے وہی ہیں جو ہم نے
 اوپر ذکر کیا۔ خوب سمجھ لو۔ اور جس
 پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اُس
 کا فعل نہیں صرف اس پر ایک ایسی
 شئی وارد ہو گئی جس پر اس کو نہ قدرت
 ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور
 خاطر کا درجہ جو اُس کے بعد ہے اگر
 چہ یہ شخص اُس کے دفع پر اس طرح
 قادر ہے کہ جس کے اول ہی وارد
 ہونے کے وقت اُس کو ہٹا دے۔

قد خصت هذه الاممة بالعضو عنه
 كي منع الاصر والاخلال التي كانت
 على السابقين عن هذه الامة فهذه
 الطريقة اختيارية لكن فيها مشقة
 فكانت فرج الاصر والاخلال واما
 العزم فلا يخرجها جس اليه كذلك
 واما يحدث بقصد مستقل فهذا
 هو الفرق بين حديث النفس والعزم
 فمحل اذا لعفو هو الافضاء للذوق
 واما اذا لم يخذل هو العزم المستقل
 فذو حدث نفسه بالعصية بعزم
 مستقل وان لم يعزم تلك العصية
 كاللذات اذ لصورة الاجنبية قصد
 فالظاهر انه يي اخذ عليه وهذا
 الالذ اذ داخل عندى في عموم
 حديث النفس نفى وتشتى وفي
 رواية والقلب يعوى ويتقوى
 الاول الشيطان والثاني مسلمة مستغنى
 هذا الحديث علاج عظيم للوساوس
 يزايله المشاغل وبعض الاكابر ههنا
 كلام غير هذا لكن لا يختلف اصل
 المقصود -

مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جاوے
 لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے
 کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی
 رو سے معات ہے اس لئے یہ
 خاطر بدرجہ اولیٰ معات ہے اور
 اس تحقیق سے ایک سخت اشکال حل
 ہو گیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات
 شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقضاء یہ ہے
 کہ اختیاری پر مواخذہ ہو اور غیر اختیاری
 پر مواخذہ نہ ہو تو مقدمہ ہے آگے
 اشکال ہے کہ پھر است مروجہ کا
 یہ اختصاص رک و سادہ میں پر مواخذہ
 نہیں ہوتا اگر مراتب مذکورہ میں سے غیر
 اختیاری کے اعتبار سے ہے دیگر
 اختیاری پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا
 اور دوسری اہم سے ہوتا تھا تب تو
 اجماع بقدر امور غیر اختیاریہ کے
 ساتھ مکلف ہونا لازم آتا ہے اور یہ
 کلیات شرعیہ کا منافی ہے (جیسے لا
 یكلف الله نفساً الا وسعها) ظاہراً
 اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق
 کو اور اگر اختیاری کے اعتبار سے
 ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ

ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا یا وجوہ دیکھ اختیار ہوئے میں
دو نوں شریک ہیں وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی
کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم
کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اس کے لئے قصد
کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس با جس (اس فی ہول
کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) بھج ہو جاتا ہے سو
اس (د خاطر اور حدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ
یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقا اختیار
ہوا اور اس بنا پر کسی امت کا اس کا مکلف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا)
لیکن رحمت الہیہ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف
کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجہ اطلاق یعنی احکام شدیدہ) کو جو اہم سابقہ پر تھے
اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس
لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی ربا عزم تو با جس اُس کی طرف اس طرح
سے مخفی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں
اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ انصار ہو جو ذہول کے سبب ہو اور مدار مواخذہ
عزم مستقل ہو (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگرچہ
عزم کمصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل
کرنا سو ظاہر ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التناذیر سے نزدیک اس حدیث کے
عموم میں داخل ہوگا کہ نفس بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا کرتا ہی
اور کشتہا کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنا کرتا
ہے (اور ظاہر ہے کہ التناذیر و اشتہار و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التناذیر
بھی زنا ہوا) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا و ساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ
استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے)

اور بعض اکابر (جیسے غزالی رحمہ) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقتہً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً، ویلقب بیکان هذا الحديث بالحصصة في حكم الوسوسة۔

الحديث ان الله تعالى جعل لكل نبي شهوة وان شهوة في قيام هذا الليل اذا قمت فلا يصليان احد خلفي الحديث (طبر) عن ابن عباس (رض) قلت اكثر ما يستعمل للشهوة في الرغبة الطبيعية فدال الحديث ان كون الطاعات مرغوبة طبعاً حالة محموده وان كفت الرغبة العقلية اما قوله اذا قمت فلا يصليان احد خلفي محتمل وجوهاً احدها ما نقل العريزي عن المداويسي ان فان التهججد واجب على دوكم وهذا كان اولاً ثم نسخوا ادا الحنفى ثم نسخوا بقضية عبد الله بن عباس رحم حين صلى خلفه صلى الله عليه وسلم بالليل انتهى وهذا الوجه يتضمن وتجهين احدهما تعليل النسخ باختصاص وجوب التهجد به صلى الله عليه وسلم فيتقيد النهى باعتقاد الوجوب اى لا يصلى احد خلفي

حديث حق تعالی نے ہر نبی کے لیے ایک خاص اشتہار کی چیز بنائی ہے اور میری خاص اشتہار شب کے اونٹنے میں ہے (یعنی تہجد کے لئے) میں جب شب کو نماز میں کہڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے و میں کہتا ہوں کہ لفظ اشتہار اکثر اوقات غریب طبعیہ میں مستعمل ہوتا ہے پس یہ حدیث اس پر دال ہے کہ طاعات کا طبعاً مرغوب ہو جانا ایک حالت محمودہ ہے اگرچہ رغبت عقلیہ (اعتقاد یہ) بھی کافی ہو اور انسان اسی کا مکلف ہے باقی یہ ارشاد کہ میں جب شب کو نماز میں کہڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے یہ کئی وجہ کو محتمل ہے ایک تو وہ ہے جسکو عریزی نے مناولی سے نقل کیا ہے یعنی یہ کہ تہجد مجہد پر واجب ہے تہ پر نہیں اور یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا حنفی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پھر عبد اللہ بن عباس کے

کون الطاعات مرغوبہ طبعاً

باعتقاد الوجوب ثم بقاء الوجوب
 علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف فیہ
 بین العلماء والامراء الثانی نسخ هذا
 النہی بقضیۃ عبد اللہ وهذا لا یصح
 لان النہی بهذا الاعتقاد باق نعم
 لو حمل النہی علی الاطلاق
 لکان للنسخ وجہ ولعل مبنی هذا
 النہی علی هذا الوجه کراهۃ الجماعۃ
 فی النقل لان الاذن قد یقضى الی
 اجتماع الامراء بعتہ وهو مکروه والوجه
 الثالث وهو ذوق ان علۃ النہی
 هو تشویش الخاطر فی وقت یطلب
 فیہ الاجتماع فان الخلوة لہا احکام
 غیر احکام الاجتماع فدل الحدیث
 علی هذا الوجه علی ان لا یدخل
 احد علی احد فی وقت قصد فیہ
 الخلوة فیتقل علیہ ولا یعارض هذا
 النہی قضیۃ عبد اللہ فان المأذون
 مستثنی من هذا النہی سواء کان
 الاذن باللسان أو بالقلائد بان
 یکون بین الرجلین مباسطۃ وقصۃ
 من ایواد الحدیث لہما هو الوجه
 الاخیر فاذن من مسأئل الفرج حاصدہ

۴۳
 کہ از این روایتی که در حدیث آمده است
 کہ اگر کسی در وقت نماز با کسی خلوت کند
 و اگر کسی در وقت نماز با کسی خلوت کند
 و اگر کسی در وقت نماز با کسی خلوت کند

واقعہ سے یہ منسوخ ہو گیا چونکہ انہوں
 نے آپ کے پیچھے شب میں آپ کے
 اذن سے تہجد کی نماز پڑھی اور یہ وجہ
 مذکورہ دو وجہوں کو شامل ہے ایک یہ
 کہ یہ نہی اگر میرے پیچھے کوئی شخص تہجد
 کی نماز نہ پڑھے آپ کے ساتھ تہجد کے
 مخصوص ہونے سے مسئل ہو رہی تھی چونکہ
 مجھے تہجد واجب ہے اور تم پر نہیں اسلئے
 کوئی شخص میرے پیچھے تہجد نہ پڑھے
 پس اس صورت میں یہ نہی اعتقاد وجوب
 (تہجد) کے ساتھ مخصوص ہوگی یعنی کوئی
 شخص باعتقاد وجوب میرے پیچھے تہجد
 نہ پڑھے (کیونکہ وہ تم پر واجب نہیں
 اور بدون اس اعتقاد کے بھی نہ ہوگی
 کیونکہ مطلق نہی میں اس اختصاص کو
 کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے) آگے
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس
 وجوب تہجد کے باقی رہتے نہ رہتے
 میں علماء میں اختلاف ہے اور وجہ ثانی
 یہ ہے کہ اس نہی عن الاقتدار فی التہجد
 باعتقاد الوجوب (کو حضرت عبد اللہ
 بن عباسؓ کے واقعہ سے منسوخ
 کہا جا رہا ہے اور یہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ اس

اهتماما لغير عن التشوليش والذلاء
بالبغ وجوه وادقها وهذا لطلب
للقوم معتنن به اشعثان الذلاء
الكل لا مثال هذه الرعايات هو
قوله عليه الصلوة والسلام المسلم
من سليم المسلمون من لسانه في

اعتقاد کے ساتھ ہی اب بھی باقی ہے
یعنی اب بھی تجدید کیلئے اقتدار اس اعتقاد
سے منہی حتم ہے یہ بھی منسوخ نہیں
البتہ اگر کبھی کو اخلاق پر محمول رکھیں تو
اعتقاد و وجہ کے ساتھ ہی اقتدار جائز
نہ ہو اور بدون اس اعتقاد کے بھی جائز

نہیں تو نسخ ہو سکتا ہے (کیونکہ عبداللہ بن عباس کی حدیث فقیر ہی اس کے
معارض ہے) اور شاید اس وجہ (اطلاق) پر بھی کابھی نفل میں جماعت کا مکروہ ہونا
ہو کیونکہ اذن (اقتدار) کبھی چار شخص کے جمع ہو جانے کی طرف مغنی ہو جاتا ہے اور
وہ مکروہ ہے اس لئے آپ نے مطلقاً نسخ فرمایا ہو یا پہر یہ نہیں علی الاطلاق حضرت علی رضی اللہ
کے واقعہ سے منسوخ ہو گئی ہو یعنی نہیں میں یہ تفصیل ہو گئی ہو کہ اگر مقتدی چار سے کم ہو
تو نہیں نہ ہو اور اگر چار یا زیادہ ہوں تو نہیں (ہو) اور تیسری وجہ یہ ہے اور (حدیث کے
مضمے میں) اہو میرا ذوق ہے کہ نبی کی ملت تشولیش خاطر ہے ایسے وقت میں جس
اجتماع خاطر مقصود ہو (جیسے عبادت خلوت کا وقت ہے) کیونکہ خلوت کے اور ایسا کام
ہیں اور جماعت کے اور احکام ہیں پس حدیث اس بنا پر کی وجہ پر اس پر دال ہوگی
کہ کوئی شخص کسی کے پاس ایسے وقت نہ جاوے جس میں اس نے خلوت کا قصد
کیا ہو کیونکہ اس پر گرائی ہوگی (اس صورت میں یہ حکم منسوخ نہ ہوگا) اور یہ نبی حضرت
عبداللہ کے واقعہ سے معارض نہ ہوگی کیونکہ (اس صورت میں) جسکو اجازت ہو جاوے
وہ اس نبی سے مستثنیٰ ہوگا کیونکہ ملت نبی کی نفل و تشولیش تھی اور اذن سے ملت
مرتفع ہو گئی اور حضرت عبداللہ ما ذون تھے اور یہ اذن خواہ زبان سے ہو خواہ قرآن
سے ہو اس طرح کہ دو شخصوں میں بے تکلفی ہو کہ اسکی شرکت سے نفل نہ ہو یا اگر نفل
ہو تا تو یہ شخص بے تکلفی کے سبب دوسرے کو اطلاع کر دیتا اور میرا مقصود اس
مقام پر اس حدیث کے لانے سے یہی اخیر وجہ ہے کیونکہ (اس صورت میں) یہ (بدلت)

حدیث: فن کے مسائل سے ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ سیکو تشویش میں ڈالنے سے اور ایذا پہنچانے سے بچنے کا بلوغ سے بلوغ اور نہایت دقیق سے دقیق و چوچو کے ساتھ اہتمام رکھنا چاہیے اور یہ امر صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہے وہ اسکا بہت سخت اہتمام کرتے ہیں اور ایسی رعایتوں کی دلیل کلی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں یعنی اس سے سیکو اذیت نہ پہنچے اس میں تمام ایسی چیزیں آئیں جن سے کسی کو گرائی یا کلفت ہو

حدیث: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو خلعت میں پیدا کیا پھر اون پر اپنا نور القادر فرمایا سو جس کو اوس روز وہ نور پہنچ گیا اوس نے ہدایت پائی اور جسکو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا اور مشکوٰۃ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو گیا میں کہتا ہوں یہ زیادت اسپر وال ہو کہ یہ القادر نور مراتب وجود میں اس مرحلہ میں تھا جس میں تقریباً گئی ہو کہ وہ اپنے تقدیر کے طے ہو جانے کو القادر نور پر متضرع فرمایا ہے اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیرات کو آسمان و زمین کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار سال قبل

الحديث (و لعل بيان بالارشاد الى مسألة الاستعداد) ان الله تعالى خلق خلقه في ظلة فأنقذ عليه من نور لا فمن أصابه من ذلك النور يومئذ اهتدى ومن أخطأه ضل (رحمته لك) عن ابن عمر (رضي الله عنه) قال الحنفی وفي رواية فرش من طهر ورمي عليهم من نور لا اى نور فمن خالدا في الاثبات او بانية اى شيئا هو نور لا و تبعية فيك بعض نور لا وفي المشكوة تریادة و هه قللك اقول جف القلم على علم الله رواه احمد والترمذی قلت دلت هذه التریادة ان القاء النور كان في درجة كتابة المقادير وكان الخلق سابقا عليه كما هو مقتضى لفاء

وقدر روی مسلم کافی المشکوة
 قال رسول الله صلى الله عليه و
 كتب الله مقادير الخلق قبل
 ان يخلق السموات والارض
 جنسين الف سنة قال وكان
 عرشه على الماء فكان هذا الخلق
 في مرتبة لم تكن فيه السموات
 والارض فكان قبل خلق آدم
 بكثر لان خلقه بعد السموات
 والارض كما روی مسلم فوفا
 في حديث طويل بعد ذكر
 خلق الارض وما فيها وخلق
 آدم بعد العصر يوم الجمعة في
 اخر الخلق واخر ساعة من
 النهار فيما بين العصر الى الليل
 الحديث وكان خلق السموات
 والارض في ايام متصلة فكان
 خلق آدم بعد السموات والارض
 فكان حمل هذا الخلق على خلق
 الذر المستخرج من صلب آدم
 وحمل القاء النور على نصب الشواهد
 والحج وانزال الايات التي هي بعد
 خلق آدم بكثر وكذا حمل لظلة

لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اور اس وقت
 اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا یعنی اس وقت
 پہلے سے پیدا کر دیا تھا فوج حادث البصر
 وان كان سابقا على غيره) تو یہ پیدائش
 مذکور (جو حدیث میں مذکور ہے) ایجو
 مرتبہ میں ہوئی ہے کہ اوس میں
 آسمان وزمین موجود نہ تھے سو یہ پیدائش
 مذکور آدم علیہ السلام سے بہت پہلے
 ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش
 آسمان وزمین کے بعد ہوئی ہے جیسا
 مسلم نے ایک حدیث طویل میں مرفوعاً
 زمین اور زمین کی چیزوں کی پیدائش
 کے بعد روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام
 عصر کے بعد جمعہ کے روز آخر خلق میں
 اور دن کی آخری ساعت میں عصر اور
 رات کے درمیان میں پیدا کئے گئے
 اور رحم فصلت کی آیات سے ظاہر
 معلوم ہوتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش
 ایام متصلہ میں ہوئی ہے پس آدم علیہ
 السلام کی پیدائش زمین آسمان کے
 بعد ہوئی اور پیدائش جو حدیث میں
 مذکور ہے آسمان وزمین کے بہت
 قبل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا تو اس

على ظلمة النفس الامارة بالسوء
المحبولة بالشهوات الرديئة و
الاهواء المضلة التي هي بعد خلق
بني آدم في الارض بعيد اكل
البعد خبير لقوله فكان حمل هلا
الخلق وان ذهبت الى امثال
هذا الحمل جماعة من المحشين
والشراس وكذا يجعل القول بعموم
الشهوات الرديئة والاهواء المضلة
للا نبياء عليهم السلام في بدو فطرتهم
شما ذلتها بعد كيف وقد قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما من مولود الا يولد على الفطرة
فابو اة يهودا نه او ينصران او
مجسسانه متفق عليه فاذا كان
العواء في بدو الفطرة منزهين
عن هذه القاذورات فكيف
بالا نبياء عليهم السلام فالأقرب
في تفسير هذا الحديث عنده
ذوقان يقال ان هذا النور هو
الاستعداد للهداية والقلالو
هو اعطاء هذا الاستعداد وهذا
الاصابة بالاسرادة والاختيار

پیدائش (مذکور فی الفتن) کا اوّل وقت
کے پیدائش پر محمول کرنا جو آدم علیہ
السلام کی صلب سے مستخرج ہوئے
اور انبار نور کا اقامت شواہد و دلائل
اور انزال آیات پر محمول کرنا جو آدم
علیہ السلام کی پیدائش کے بہت
بعد واقع ہوا اور اسی طرح ظلمت کا نفس
امارہ کی ظلمت پر محمول کرنا جو کہ شہوات
رویہ اور گمراہ کن خواہشوں پر محمول
کیا گیا ہے جس کا نفی آدم کے زمین
پر پیدا ہونے کے بعد وقوع ہوا ہے
یہ سب بہت بعید ہے کیونکہ حدیث
متن میں جو خلق اور انبار نور اور ظلمت
مذکور ہے یہ سب آدم علیہ السلام
سے بہت پہلے ہیں اور یہ محال بینی
ذرات مستخرجہ اور اقامت دلائل
و ظلمت نفس امارہ یہ سب آدم علیہ
السلام کے بعد ہیں تو یہ حمل کیسے
صحیح ہوگا اگرچہ ایسے حمل کی طرف
ایک جماعت محشین اور مشرّاح کی گئی
ہے نیز اس کا قائل ہونا بھی بعید ہے
کہ شہوات رویہ واپہوار مضلہ بدو
فطرت میں حضرات انبیاء علیہم السلام

منہ تعالیٰ رحمة وکذا هذا الخطأ
المفسر بعد مالا صابة بالاسرادة
والاختیار منہ تعالیٰ حکمة ولا يستعمل
عن علة هذا الرحمة وهذا الحكمة
لانه سوال عن القدر ولم يؤذن
فيه فكان معنى الحديث ان الله
تعالى خلق خلقه اعمى المكلفين خالين
عن هذا الاستعداد ثم افاض على
من شاء منه ذلك الاستعداد
رحمة ولم يقض على من شاء منهم
حكمة فاهتدى بعضهم بوجود ذلك
الاستعداد وضل بعضهم بفقد هذا
الاستعداد اذ ثم هذا الفقد على
قسمين الخلو عن ذلك الاستعداد
مع الخلو عن ضده وتلك حالة من
لم تبلغه الدعوة فكانوا معذرتين
وان كانوا ضالين بمعنى عدم الامتثال
والثاني الخلو عن ذلك الاستعداد
والا تصاف بضده وتلك حالتهم
بلغت الدعوة ولم يقبل وهم ضالون
ضالون لا يعذبون عليه قال الحدیث
على كون الاستعداد مجعولا وكون
البارئ تعالی مختار انی اعطاء

کے لئے بھی عام تھے پھر بعد میں داخل کر دیے
گئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے ہر مولود فطرت (صحیح) پر پیدا
کیا جاتا ہے پھر اس کے والدین اس کو
یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں
پس جب عوام الناس بدو فطرت میں
ان گنہ گریوں سے پاک ہوتے ہیں تو
حضرات انبیاء میں اس کے خلاف
کیسے ہو سکتا ہے اس لئے حدیث
کی تفسیر مشہور صحیح نہیں ہو سکتی پس
اقرب اس حدیث کی تفسیر میں میرے
ذوق سے یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ
یہ نور ہدایت کی استعداد و قریب ہے
اور ظلمت اس استعداد سے خالی
ہونا ہے اور القار نور اس استعداد
کا عطا فرمانا ہے اور یہ (نور کا) پہلو
جاننا حق تعالیٰ کے ارادہ و اختیار
سے ہے بنا بر رحمت کے اسی طرح
(نور کا) نہ پہلو پنہا ہے ہی حق تعالیٰ کے
ارادہ و اختیار سے ہے بنا بر حکمت
کے اور اس رحمت اور حکمت کی علت
کا سوال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ سوال

تفسیر مستطاب الاستعداد

ومنعه وقد زل ههنا بعض وصل
حيث حكموا بكون الاستعداد
غير مجعول وكذا نه تعالى غير مختار
في ضد مقتضاه وانما قالوا بذلك
هر باعن لزوما شكال جبرليا
تعالى للعبد بان ما صدر عن العبد
وان كان مخلقه تعالى لكنه خلق ما
خلق لا جبرلا بل لاقتضاء استعداد
وكان مستنعا بتدليله لقدمه وكذا
كان مستنعا خلق ما خالف ذلك
الاستعداد لان القوة شرط للفعلية
اه قلت واختلط عليهم هذا الاستعداد
بالاستعداد عينة الامكان الذاتي
وهو قد يحو غير مجعول ولا محض
في كونه غير مجعول لانه امر حتمي
محض لا يقبل الجعل ولا يزول هذا
الامكان ابل اعن الممكن لان الامكان
لا يكون الا ذاتيا ولا يكون بالغيب
لانه لو كان بالغيب لزم ان يكون
واجبا في ذاته او مستقنا بذاته
فيلزم انقلاب الحقائق وهو محال
واذا كان ذاتيا لا ينفك عن الممكن
ابدا لا في وجوده ولا في تدمه

تقدير کے متعلق ہے جس کی اجازت
نہیں دی گئی پس حدیث کے معنی یہ ہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مکلف مخلوق
کو اس استعداد (مذکور) سے (اولاً)
خالی پیدا کیا پھر جس پر منظور ہوا
اس استعداد کو بنا برحمت کے
فائض فرمایا اور جس پر منظور ہوا بنا بر
حکمت کے فائض نہیں فرمایا پس
بعض اس استعداد کے موجود ہونے
سے ہدایت یافتہ ہو گئے اور بعض
اس استعداد کے مفقود ہونے سے
گمراہ ہو گئے پھر یہ مفقود ہونا دو قسم
پر ہے ایک اس استعداد سے خالی
ہونا اور اس کی ضد سے بھی خالی ہونا
اور یہ اس شخص کی حالت ہے جسکو
دعوت نہیں پہنچی سو وہ معذور ہیں
اگرچہ گمراہ ہیں معنی ہیں کہ وہ ہدایت
یافتہ نہ ہوئے اور دوسری قسم اس
استعداد سے خالی ہونا اور اس کی
ضد کے ساتھ متعصف ہونا اور یہ اس
شخص کی حالت ہے جس کو دعوت پہنچی
مگر اس نے قبول نہیں کیا اور یہ ایسی
گمراہی سے گمراہ ہیں جس پر معذور نہیں

فہی انزلی ابدی لکنہ لہا لہ یکن
وجودیلا یلزم لہذ ورا اذ لہذ ورا
انزلیۃ شئی موجب دلائلہ معد
لان الاعداد کلہا اذلیۃ فہذا حکم
الاستعداد یجمعہ الامکان و اختلط
علیہم ومع ذلک لم یقتضوا عن الاشکال
بل لنہم اصعب من ذلک لانہم
ہر یو عن کون الباری تعالیٰ جبرا
ولزمہم کونہ تعالیٰ جبر ورا غیر مختار
لا یقدرا ان یخالف مقتضی الاستعداد
وہل هذا الا ہر با عن المطر ووقفا
تحت المیزاب فتفکرو تدکرو تدبر
وتبصرو وتشکرو۔

پس (اس تفسیر مذکور کی بنا پر) یہ حدیث
استعداد کے مجہول ہونے پر اور باری تعالیٰ
کے اپنے اعطاء اور عدم اعطاء میں مختار
ہونے پر دال ہوگی اور اس مقام پر
بعضوں کو لغزش ہو گئی ہے اور گمراہ
ہو گئے ہیں اس طرح سے کہ انہوں
نے استعداد کے غیر مجہول ہونے کا
اور استعداد کے مقتضی کے خلاف میں
حق تعالیٰ کے غیر مختار ہونے کا حکم
کر دیا اور وہ لوگ اس کے صرف اسلئے
قابل ہوئے تاکہ اس اشکال کے لازم
آنے سے بچے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
بندہ پر جبر فرمایا ہے (اور بچنا) اس طرح

اسے ہے کہ بندہ سے جو کچھ صادر ہوا ہے وہ اگرچہ حق تعالیٰ ہی کے پیدا فرماتے
سے ہے لیکن حق تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا وہ جبر نہ تھا بلکہ اس کی استعداد کی
اقتضاسے تھا اور اسکی تبدیل محال تھی کیونکہ وہ قدیم ہے اسی طرح اس
استعداد کے خلاف پیدا کرنا بھی ممکن تھا کیونکہ خلقت کے لئے قوت شرط ہے
اگر خلاف پیدا کرتے اس کی قوت تھی نہیں اس میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں پر
یہ استعداد اور استعداد یعنی امکان ذاتی مختلط ہو گئی اور وہ امکان ذاتی قدیم
ہے اور غیر مجہول ہے اور اس کے غیر مجہول ہونے میں کوئی غمخو رہ نہیں کیونکہ
وہ امر حدی محض ہے جو جعل کو قبول نہیں کرتا اور یہ امکان ممکن سے کبھی منفک
نہیں ہوتا کیونکہ امکان ہمیشہ بالذات ہوتا ہے بالغیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر امکان
بالغیر ہو تو لازم آتا ہے کہ وہ شے ممکن واجب بالذات یا متعین بالذات ہوگی دہر ممکن

بن گئی، تو انقلاب حقائق لازم آوے گا اور وہ محال ہے اور جب امکان ذاتی ہوا تو ممکن سے کبھی منفک نہ ہو گا نہ اوس کے وجود کی حالت میں اور نہ عدم کی حالت میں پس وہ امکان ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے لیکن چونکہ وہ کوئی وجودی چیز نہیں بلکہ اوس کی حقیقت عدم الوجود و عدم الاقتران ہے جو کہ عدمی محض ہے اس لئے کوئی محذور لازم نہ آوے گا اس لئے کہ محذور کسی شے موجود کا ازلی ہونا ہے نہ کہ کسی شے معدوم کا اس لئے کہ اعدام سب ازلی ہیں سو یہ حکم اوس استعداد کا ہے جو بچنے امکان کے ہے اور اون لوگوں پر وہ مختلط ہو گئی اور باوجود اس (امر باطل کے قائل ہونے) کے اوس اشکال سے اون کو خلاصی نہیں ہوئی بلکہ اوس سے زیادہ سخت اشکال اون پر لازم آگیا اس لئے کہ وہ باری تعالیٰ کے جاہر ہونے سے بھاگے تھے اب اون پر باری تعالیٰ کے ایسے مجبور و غیر مختار ہونے کا اشکال لازم آگیا کہ (نعوذ باللہ) وہ اوس استعداد کے مقتصد کے خلاف پر (بھی) قاصر نہیں اور اس کی ایسی مثال ہو گئی کہ بارش سے بھاگے تھے اور پر نالے کے نیچے کھڑے ہو گئے پس خوب تفکر اور تہذکر و تدبر و تہصر سے کام کرو اور اس تحقیق پر شکر کرو۔

الحديث ان الله تعالى عز وجل

حتى يقضى دينه ماله يكن دينه

فيايكم الله تعالى (قوله) عن

عبد الله بن جعفر (رحم) ف هذا

اصل لما عليه بعض اهل الطريق

لا يبالون بالدين في الخير ولو

غير واجب وبعضهم يأخذون

بجانب الحزم في ذلك نظرا الى قوله

عنه في القاموس جلد ۱۸ و ملين و ملين

و ملان عليه دين الحزم

الحزم في الدين

حديث الله تعالى مدبرون کے ساتھ

ہم یہاں تک کہ وہ اپنا دین ادا کر دے

جب تک کہ اوس کا دین ایسی چیز کیلئے

مدہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے

ہیں یہ اصل ہے بعض اہل طریق

کے معمول کی کہ امور خیر کے لئے قرض

لیئے نہیں ہاک نہیں کرتے اگرچہ وہ جواب

نہ ہو اور بعض احتیاط کا پہلو اختیار کرتے

ہیں سو پہلی جماعت و عید کو مکروہ شرعی

فيه والاولون يحمون الوعيد
على المكروه شرعا والآخرون يحمون
الفضل على ما لا بد منه ولكل جهة
ص م ليها۔

الحديث ان الارض لن تجزى الله
تعالى من الذين يلبسون الصوف
سرا ياء (فر) عن ابن عباس (رض) ف
فيه ذم للصوفية المرائين
لنصوم ما قيل في مثل الملبس المراد
نقد صوفی نہ ہر معافی و بے غش باشد
اے باختر کہ دستو جہا تش باشد

الحديث ان العبد اذا خذ عن الله
تعالى ادبا حسنا اذا وسع عليه وسع
اذا امسك عليه امسك (رحل) عن
ابن عمر (رض) ف فيه فضل لمن يتبع
اقتضاء الوقت وليست بآين الوقت في
احد الا مصلاحين وامثال هذه
الرعاية كثيرة في الصوفية وفي مثل
ذلك قيل۔

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

محمول کرتے ہیں اور دوسری جماعت
فضیلت کو ضرورت پر محمول کرتے
ہیں اور سہرا ایک کی جدا جہت ہے کہ
وہ اس کی طرف رخ کئے ہے۔

حدیث زمین اللہ تعالیٰ سے فرمایا کرتی
ہے اہل لوگوں سے جو صوف کا لباس
ریاس سے پہنتے ہیں (کہ لوگ اہل کو صوفی
صوفی کہیں) اے اس میں ریاکار صوفیوں کی
خدمت ہے اور ایسے ناشی لباس کے
باب میں خوب کہا گیا ہے نقد صوفی
اعسر بی حصہ میں دیکھ لو

حدیث بندہ اللہ تعالیٰ سے حسن ادب
حاصل کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر
وسعت فرماتا ہے وہ بھی (دوسروں پر)
وسعت کرتا ہے اور جب اس پر تنگی فرماتا
ہے وہ بھی تنگی کرتا ہے (یہ نہیں کہ اپنی ایک
وضع قرار دیکر اسکو بنا ہوتا ہے اور اوتھیں
تخلیف اوتھاتا ہے) اے اس میں اس
شخص کی فضیلت ہے جو اقتضائے حال
کے تابع رہتا ہے اور ایسے شخص کو ایک
اصطلاح میں ابن الوقت کہا جاتا ہے

(اور دوسری اصطلاح میں: اس مغلوب الحال پر اطلاق کیا جاتا ہے) اور ایسی
رعایتیں صوفیہ میں کثرت سے ہیں اور ایسے ہی باب میں کہا گیا ہے۔ صوفی ابن الوقت

باشد الخ و عربی حصی و کبیر لوی
 الحادیث ان احداکم مرأة
 اخیه فاذا ساری به اذی فلیطه
 عنه ف فی هذا التشبیه ادب
 انتهى عن المنکس لشخص معین بان
 یطلع علی عیب و لا یطلع علیه غیره
 کما ان شان المرأة هذا بعینه۔

ادب الوعظ

१०५

الحديث ان دين الله لن ينقر
الا من حاظه من جميع جوانبه (الحاكم)
يعنى من كان فى دينه نقص ولو من
وجه لم يوفق لنصرة دين الله
وهذا ايمان لاصل سنة الله فلا
يتافى ما ورد ان الله ليؤيد هذا
الدين بالرسل الفاجران نادر
لعارض وليست سنة مستمرة و
من ثم ترى القوم يحقون لمن
تشبه بهما ان يكمل دينهم فلا
يرون به شيئا يخل بالكمال الا
يواخذون عليه فيحسبهم الجاهل
علا شئ ذوا حاشا هم عن ذلك -

سراپھتھا صا القودہ بتکدیل اہلبیہ

حدیث تم میں سے ہر شخص اپنے بہا
اسلمان اکا آئینہ ہے پس جبکہ میں
کوئی گندگی (یعنی عیب کی بات) دیکھے
اوس کو اوس سے (آئینہ کی طرح) اڈو
کر دے ف آئینہ کے ساتھ نسبت
دینے میں کسی معین شخص کو بھی عن المنکر
کرنے کا ادب بتلایا گیا ہے اس طور
مطلع کر دے اور دوسرے کو مطلع محرک
آئینہ تو اوس کا عیب ظاہر کر دیتا
چہ ظاہر ہے۔

حدیث اللہ کے دین کی نصرت وہی کر سکتا ہے جو اوس دین کو اوس کی تمام جو انب سے احاطہ کئے ہو یعنی جس کے دین میں کچھ نقص ہو گا اگرچہ وہ نقص من و جو ہی ہو اوس کو دین الہی کی نصرت کی توفیق نہیں ہوتی اور یہ بیان ہے اصل عادیۃ الہیہ کا پس یہ مضمون اوس حدیث کے منافی نہ ہو گا جس میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر دیتا ہے کیونکہ یہ نادر ہے کسی عارض کی وجہ سے اور سنت ستمہ نہیں ہے اور اسی مقام سے تم صفحہ

دیکھتے ہو کہ اپنے متوسلین کے لئے اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ اولیٰ کا دین مکمل ہو جاوے پس اولیٰ میں ذرا بھی کوئی بات دیکھتے ہیں جو کمال میں عقل سمجھو وہ اس پر مواءنہ کرتے ہیں پس جاہل آدمی اولیٰ کو غلیظ شدید سمجھتا ہے اور حاشا وکلا جو وہ ایسے ہوں۔

الحديث ان الشيطان سر بهما
سبقكم بالعلم من الكنى من يومئذ
لكنه ليس للبصار عطاء فلعلمه يكو
خبر للخرافى ف فيه انه لا يغتر المرء
بعلمه فان اصل الامر هو العمل و
اعمال العلم مقدمة له ومحصل المقتد
بدون المقصود ليس بشئ وكون الشيطان
سابقا بالعلم في بعض الاوقات كما هو
المدلول النقلى كذلك هو المدلول
العقلى ايضا فانه يلبس على العلماء كغير
في العلوم كما هو شأنه في الميتة
ولا يقدر احد على التلبيس في شئ
حتى يكون الملبس علم من يلبس عليه

نہیں دے سکتا جب تک کہ تلبیس کرنے والا اس شخص سے اوس شے میں زیادہ علم (وجہارت) نہ رکھتا ہو جس پر تلبیس کرتا ہے۔

الحديث - ان فلا نا اهدى
الى ناقة فعوضته منها ست بكرات
فقل ساخطا لقد هممت ان لا اقبل
هدية الا من قرشى وانصارى

حدیث۔ شیطان بعض اوقات تم سے
علم میں بڑھ جاتا ہے ف اس حدیث
میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کو اپنے
علم پر وہو کہ نہ کھانا چاہئے کیونکہ اصل
چیز عمل ہے اور علم تو اس کا ایک مقدمہ
ہے اور محض مقدمہ بدون مقصود کے
کوئی چیز نہیں اور شیطان کا بعض اوقات
علم میں سابق ہونا جیسا مدلول نقلی
ہے (جیسا حدیث بالا سے ثابت ہوا) نیز
مدلول عقلی بھی ہے کیونکہ وہ علماء پر علوم
ہی میں یکسر غالب ہے جیسا بدعتی
علماء میں اس کا مشاہدہ ہے اور کوئی
شخص کسی کو کسی شے میں وہو کہ
خود اس شخص سے اوس شے میں زیادہ

حدیث فلاں شخص نے مجھ کو ہدیہ میں
ایک ناقہ دی میں نے اس کے عوض
میں چہرہ جو ان اونٹ دیئے مگر وہ تارک
رہا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ بجز قرشی

حد الامور والاعمال دونوں میں

رد المحتار

۱۰۶

او ثقفہ او دوسری (حوت) عن ابیہما
 (عمر) ف دل علی جو انرا سالہدیہ
 بعد از عید کما عزم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم علی عدم قبولہا
 ممن یرید لی طلب الجزاء ویحفظ
 بالجزاء القلیل وخصیص ہذا
 القیاس لا تصافہہ عیسا کا مالا
 وشراف النفس وطیب العنصر اذا
 اہدی احدہما اہدا ما عن
 سماحۃ نفس لا لخصر فیخلق ہم من
 سواہم من اقصیٰ بشراف النفس فلا
 تداخیر بینہ و بین ما وراہ من انہ
 قبل من غیرہ۔

یا انصاری یا یثقی یا دوسی کے کسی کا ہدیہ
 قبول نہ کروں گا ف اس حدیث سے
 معلوم ہوا کہ کسی صحیحہ سے ہدیہ کا رد
 کر دینا بھی جائز ہے جیسا حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے (اس واقعہ میں) اس پر
 عزم فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ
 فرماویں گے جو یہ میں بدلہ چاہے
 اور قلیل بدلہ میں ناراض ہو اور ان
 قبائل کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ لوگ
 مکارم اخلاق اور شرافت نفس اور
 اصل کی پاکیزگی کے ساتھ موصوف ہیں
 اور نہ تخصیص حصر کے لئے نہیں اور
 ان قبائل کے علاوہ جو اور لوگ شرافت
 نفس کے ساتھ متصف ہوں وہ بھی ان ہی کے حکم میں ہیں پس اس حدیث میں اور
 دوسری جن حدیثوں میں دوسرے لوگوں سے ہدیہ قبول کرنا وارو ہے اول میں
 تعارض نہیں۔

الحديث ان الله تعالى عبانا
 يخدمهم بالنعم لئلا هم العباد وبقراها
 فيهم ما بذر لهما فاذا امنوا ما نزعها
 منهم فحولها الى غيرهم ابن ابي الدنيا
 في قضاء الحوائج (طلب حل) عن ابن
 عمر راح الحديث نافع عليه السلام
 بما اناهم الله من فضل ما لا كان

فهم نفعهم عن اعادة النعم

حدیث اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے
 ہوتے ہیں جن کو (خاص) نعمتوں کیساتھ
 مخصوص فرماتا ہے اور ان نعمتوں کو
 ان میں برقرار رکھتا ہے جب تک
 وہ اس کو صرف کرتے رہتے ہیں پھر
 جب وہ اس کو مستحقین سے اڑوا
 لیتے ہیں تو ان سے لیکر دوسروں

اوعلما ظاہرا کانوا باطنا وخسبوا
ان الکمالات کا فہم ملو کہ لہم
ولا یخافون اللہ ان ینہب بالکد
آتاہم واما منع شی من غیر اہل
فلیس من البخل فی شی۔

کی طرف منتقل فرما دیتا ہے ف یہ حدیث
اہل لوگوں کی مذمت فرما رہی ہے جو
اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضل
میں بخل کرتے ہیں خواہ وہ وہی ہوئی
چیز مال ہو یا علم ہو پھر وہ علم خرا کا ہر

یا باطنی ہو اور یہ سمجھتے ہیں کہ کمالات گویا ان کی ملک میں اور اللہ تعالیٰ سے ہوتے
نہیں کہ جو کچھ ان کو دیا اوس کو سلب کرے باقی کسی چیز کا اوس کے غیر اہل سے
روک لینا اور اوس کو نہ دینا اوس کو بخل سے کوئی مس نہیں (بلکہ یہ تو
شرعاً مطلوب ہے)

الحديث ان الله تعالى عباده
يعرفون الناس بالتوسم بالحكيم
والنزارع انش (ح) قال العزیزی
عن التقریب توسمت فیہ الخیر
تفرست قال الحنفی ای یدکون
الناس ای بواطنهم بالتوسم ای
بالكشف والالهام وهذا فراسة
المؤمن فی خبر اتقوا فراسة المؤمن
ام ف فیہ اثبات لصفة بعض الاولیاء
والكشف وقد علم من لا یحضر من
الصلحاء والاولیاء صفة لا ینکون مع
خفة من التلبیس لکن مع هذا الیس
حجة شرعیة ونظیرة من الاحکام
انشہو سرا فان من رأى هلال شوال

حدیث اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے
بندے ہیں کہ وہ لوگوں (کی حالت)
کو فراست سے پہچان لیتے ہیں حدیث
میں جو توسم کا لفظ ہے عزیزی نے
فراست سے تفسیر کی ہے اور حنفی
نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کی
باطنی حالت کو کشف والہام سے دریافت
کر لیتے ہیں اور اس حدیث میں کہ اتقوا
فراست المؤمن فراست سے یہی
مراد ہے ف اس حدیث میں دلیل
ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونے
اور ہمارے علماء و اولیاء سے اس کا
ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی تلبیس
کی آمیزش نہیں لیکن باوجود اس

لتسعم وعشرين من رمضان في الغيم
ولم تقبل شهادته لكونه واحدا
فروا بيه وان كانت حجة خالية
عن الالتباس قطعاً لكن ليس حجة
حجة للرائي نفسه حيث يجب حليان
يصوم فلا كسائر الناس فالصحة
لا يستلزم الحجية فإياك والتفريط
حيث تنكر صحة ما والا فراط حيث
تقوم بها كما نزل البعض حيث حكوا
بجحية الكشف والالهام لكن لصاحبها
وقد عرفت ما هو الحق فيه وقل
من به على هذا الفرق -

۱۸۸

صحت کے وہ حجت شرعیہ نہیں ہے
اور اس کی نظیر احکام مشہورہ سے
یہ ہے کہ جو شخص عید کا چاند نہیں
رمضان کی اوقیتیں تاسیخ کو دیکھ لے
مگر قاضی کے یہاں بوجہ اس کے شہادت
قبول نہ ہو تو اس کا چاند دیکھنا اگرچہ واقع
میں یقیناً بالکل صحیح اور التباس سے
خالی ہو مگر حجت نہ ہوگی جتنے کہ خود دیکھنے
والے کے لئے بھی حجت نہ ہوگی چنانچہ
اس پر واجب ہوگا کہ اگلے روز سب
کے ساتھ روزہ رکھے پس صحیح ہونا
حجت ہونے کو مستلزم نہیں پس تم

تفريط سے بھی بچنا کہ کشف والہام کی صحت ہی کا انکار کرنے لگو اور افراط سے بھی
کہ نون کو حجت سمجھنے لگو جیسا بعض کو لغزش ہو گئی ہے کہ کشف والہام کی حجیت کا حکم کر دے
لیکن صرف اپنے ہی لئے اور تم کو معلوم ہو چکا کہ اس میں حق کیا ہے - یعنی اپنے لئے
بھی حجت نہیں اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر تنبیہ کی ہو کہ صحت اور حجیت
بہا اور حجیت اور چیز ہے -

حدیث اللہ تعالیٰ کے بہت سے
بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو
قتل سے محفوظ رکھتا ہے (یعنی اولیٰ)
کسی مخلوق کو مسلط نہیں فرماتا
اور اولیٰ کی عمروں کو دراز فرماتا ہے
اور اولیٰ کو اچھا رزق دیتا ہے (اچھے

الحديث ان الله جاهدنا بعضهم
عن القتل ويطيل اعمالهم في
حسن العمل ويحسن امرنا اقصم
ويحبهم في حافية ويقبض امرهم
في حافية على الفرش فيعطهم منازل
الشهداء (طب عن ابن مسعود رض)

وبطریق اخر عن ابن عمر صحیح و زاد
اولئك الذين نهر عليهم الفتن قطع
الليل المظلم وهم من هانی عافیة
(طب حل) قال العزیزی للطریق
الثانی حدیث حسن فیه ان
تسلیط البلاء لیس من لوازم الولاية
وما ورد ان اشد الناس بلاء الانبیاء
الحدیث فوجه الجمع اما حملہ علی
الاكثر وحمل حدیث المتن علی الأقل
واما حملہ علی الاصح من المعنوی
والخصی وحمل حدیث المتن علی
الخصی فقد ثبت عن بعض الاولیاء
انهم عاشوا فی احسن تنعم ماتوا
فی راحة وبعضهم عاشوا
فی آلام و اسقام و ماتوا فی غربۃ
و کربة والصکل رحمة و حکمة

ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حلال دیتا ہے
اور فراخی سے دیتا ہے، اور اون کو
حافیت میں زندہ رکھتا ہے اور اون کی
جان حافیت کے ساتھ اون کے بستر و چہر
قبض فرماتا ہے پھر اون کو شہدار کے
مراتب عطا فرماتا ہے اور دوسری حالت
میں یہ اور زیادہ کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں
کہ اون پر ایسے فتنے گذر جاتے ہیں کہ
جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے
ہیں اور وہ اول فتنوں سے پہلی فیت
میں رہتے ہیں و اس حدیث میں اسہم
دلالت ہے کہ بلاؤں کا مسلط ہونا انہیں
مقبولیت سے نہیں جیسے بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ بزرگ ہمیشہ مصیبت میں
مبتلا رہتے ہیں اور یہ جو حدیثوں میں
آیا ہے کہ سب سے زیادہ سخت بلا میں
انبیاء ہوتے ہیں سوان دونوں میں وجہ تطبیق دو ہیں یا تو دوسری حدیث کو اکثری حالت
پر محمول کیا جاوے اور پہلی حالت کو اقل حالت پر اکثری حالت تو بلا ہی کی ہے لیکن بعض کیلئے
ایسا نہیں ہوتا اور یا دوسری حدیث میں بلا سے مراد عام لی جاوے خواہ بلا منور
ہو یا حسی ہو (تو اس سے کوئی خالی نہیں) اور پہلی حدیث کو بلا حسی پر محمول کیا جاوے
کہ اوس سے بہت بندے خالی ہوتے ہیں گو باطنی بلا یعنی مجاہدہ و فکر و حزن میں مبتلا
ہوتے ہیں، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی حالت ثابت ہوئی ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تنعم میں
زندہ رہے اور کامل راحت میں وفات فرمائی اور بعض طرح طرح کی تکالیف اور

اور اہل حق میں زندہ رہے اور غربت اور غربت میں وفات فرمائی اور یہ سب حالتیں رحمت و حکمت ہیں کسی حالت میں رحمت ظاہر ہے کسی میں غنی اور محنت سب حالات میں ہے اہل حق و جمع کو سوچتے ہوئے مثنوی کی طرف رجوع کیا و فقر سوم کے ختم کے قریب یہ اشعار آئے۔

گاہ گئے کایں بلائے بے دوست گاہ گئے کایں حیات جہان ماست
گاہ فریادش بگردوں بر شدے گاہ خیال دلبرش ہدم بدے دانت
جس سے تائید ہوتی ہے جمع کے وجہ ثانی کی کہ بلار عام ہے یہ شخص صاحب حکایت
تیا ہڑا بلار میں تھا اور بالٹا لطف و لذت میں تھا حفظ

احکامیت ان للمسلم حقا فانما اخذوا ان یقرضوا۔ (ہب عن اللہ
من الخطاب (رض) ف وھذا کلام
اللائمة للقوم مکما هو مشاہد
آئے اس کو نشاط ہوا ہے اور میرے بیٹھنے کی جگہ کا اہتمام کرتا ہے ف اور یہ صوفی
کے گویا اخلاق لازم سے ہے جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے اس قوم کی فضیلت
معلوم ہوتی ہے کہ مطلوبات شرعیہ ان کے عادات طبعیہ ہو گئے ہیں۔

احکامیت ان لكل امة امینا و ان امین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح (رخ) عن انس (رحمہ اللہ)
ان لكل امة حکیمان و حکیم هذه الامة ابو الدرداء (ابن عساکر عن جبر
بن نفیرہ) (رض) ف دلیل الحدیث
علی استحسان التلقیب الحسن لمن
هو اهل التقیة قد شوھد فی عادات

الحکم والامور

التلقیب من دلیل فی الطريق

حدیث ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح
ہیں حدیث ہر امت کا ایک حکیم ہے اور اس امت کے حکیم ابو الدرداء ہیں
ف دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں
کہ کسی کو کوئی اچھا لقب دیدینا مستحسن
ہے بشرطیکہ وہ ان کا اہل ہو اور بعض
مشغل غم کے معمولات میں اس کا مشاہدہ

بعض المشائخ۔

والوں کو کوئی خاص جدید لقب دیتے ہیں مگر اہمیت شرط ہے۔

الحديث (و لقب بياضه بالتقرض على صلح القريرض) ان مثل لدث يعقوب عطية كمثل الكلب اكل حق اذا شبع قاء ثم عاد في قيئه فكله عن ابى هريرة (۷۶) ف اعلوان للحث محمول عند الحنفية على الاستقباح لا على التقرير كما في الهداية وهذا الاستقباح عند بعضهم كراهية التنزيه وعند بعضهم كراهية التقرير كذا في الدر المختار و عند غيرهم للتقرير والحدیث بظاہر لا يدل على التقرير لان العود في النقي حرام لكن اذا نظر الى الاكل وهو الكلب يدل على عدم التقرير لان فعل الكلب لا يوصف بالتقرير وعلى تفسير الحنفية يدل الحديث على مسألة مهمة عملية يستعملها المحققون من العمالية في تربية اصحابهم و في انفسهم فيكون في مخاطبات اصحابهم بعبرة اهي موضع الحقيقة لكها موهمة الحقيقة اخرى هي

حدیث اور اس حدیث کی شرح کا لقب یہ ہے التقریر علی صلح التقریر جو شخص اپنی وی ہوئی چیز کو واپس کر دے اس کی مثال کئے کی سی ہے کہ اول کہتا ہے یہاں تک کہ جب پریت بہر جا ہے کر دیتا ہے پہلوس کے کو چاٹتا ہے ف جانتا چاہئے کہ یہ حد حنفیہ کے نزدیک تفسیر پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر جیسا ہادیہ میں ہے پر تفسیر بعض کے نزدیک کراہت تفسیری ہو اور بعض کے نزدیک کراہت تحریری ہو جیسا در مختار میں ہے اور غیر حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث تحریم کے لئے ہو اور حدیث اپنے ظاہر الفاظ سے تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کئے کا چاٹنا حرام ہے لیکن جب اس کے کئے کا چاٹنے والے کی طرف نظر کیجاوے کہ کتابہ تو پر حدیث عدم تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کئے کا فعل تحریم کے ساتھ نہیں ہوتا یہ تو اختلاف مذاہب کا بیان تھا آگے اس حدیث سے ایک مسئلہ

غیر مدلولہ و بیدون ایہام الخاطب
 لہذا الحقیقۃ الاخری المصلیۃ لرجعۃ
 الی الخاطب ومن شرطہا کون ہذا
 المصلیۃ بحیث لو اسرید تخصیلاً لہا لہذا
 الظاہر لساغیر لکن ذلک الطریق
 کان صعباً علیہ و ہذا الطریق الموم
 سہل علیہ ومن امثله ہذا المسئلۃ
 جواب استاذی مولانا محمد یعقوب
 رحمہ اللہ تعالیٰ لبعض الذاکرین
 شکالیہ رحمہ اللہ مد ما لہ اومۃ
 علی الذاکر فی فیہ آثار العجز
 عن المد اومۃ و سرائی انہ لا یستغنی
 بالعمل الغیر الدائم و انہ لولم
 یتیسر لہ المد اومۃ لترك العمل الخلیۃ
 فاجاب رحمہ اللہ تعالیٰ ان العمل
 تارک و ترکہ اخوۃ نوع من المداومۃ
 ایضاً فانہ مداومۃ علی مجموع العمل
 والترک فحصل لہ نشاط من ہذا
 الجواب و لم یبق لک العمل راساً
 شمر بترکہ ہذا النشاط و ہذا العمل
 حصل لہ المد اومۃ المطلوبۃ فقوۃ
 ان العمل تارک و ترکہ اخری نوع
 من المد اومۃ او ہم الخاطب ان ہذا

۱۱۲

تصوف کے استنباط کا ذکر ہے
 اور وہ یہ کہ حقیقہ کی تفسیر پر یہ حدیث
 ایک ضروری عملی مسئلہ پر دال ہے
 جس کو صوفیہ محققین اپنے متعلقین کی
 تربیت میں استعمال میں لاتے ہیں
 اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات
 بعض اوقات اپنے متعلقین کے خطاب
 میں ایسی عبارت کے ساتھ تکلم کرتے
 ہیں کہ وہ موضوع تو ایک حقیقت کیلئے
 ہے لیکن مومہم دوسری حقیقت کیلئے
 ہے جیسا عبارت کا مدلول نہیں اور
 اس عبارت کے تکلم کے وقت مقصد
 اون کا مخاطب ہی کی مصلحت کیلئے
 اوس کے ذہن کو اوس دوسری حقیقت
 (غیر مدلولہ) کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے
 اور اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ
 مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوس کو اوس کے
 ظاہری طریق سے ہی حاصل کرنے کا
 ارادہ کیا جاوے تو تکلم کے لئے جائز
 ہو لیکن یہ ظاہری طریق اوس مخاطب
 پر دشوار تھا اور یہ طریق مومہم اوس پر سہل
 تھا اور اس مسئلہ کی مثالوں میں سے
 ایک مثال میرے استاد و حضرت

مداوۃ مطلوبۃ ولم یکن مراداً
لہرح لان المداوۃ المطلوبۃ
ہے الخ لا یکن معہ ترک الزنا
فلواجاب بان العمل تاسرۃ وترکہ
اخرے وان لم یکن مداوۃ
لکن لا ینبی ترکہ بالکلیۃ وهو یکن
سبباً للمداوۃ المطلوبۃ انشاء اللہ
تعالی لصعب علیہ العمل بهذا الجہا
فلہذا المصلیۃ اختار ہرح هذا الطریق
وبہ سہل علیہ العمل شروفاً
للمداوۃ علیہ وجہ دلالۃ الحدیث
علیہ ظاہر علی مساک الحنفیۃ فان
قولہ علی اللہ علیہ وسلم کمثل
الکلب یعوق فی قیدہ ما وہم الخاطب
ہجرو متعمداً علی اللہ علیہ وسلم
الاستقباح فقط فلو صرح صلی اللہ
علیہ وسلم بعدم تحریمہ لکان ترک
العوج اصعب وبعدہ التصریح بہ
سہل أما محقق الشرع الذکور فی
قوالی ومن شرطہا کون هذه المصلیۃ
بحیث لو اسرید تصبیہا بضررہا بالظاہر
لساغ لہ ذلک الخ فبیانہ ان علی اللہ
علیہ وسلم لو نہی عن العوج فی الہبۃ

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تھا
کا ایک جواب ہے جو بعض ذاکرین کو دیا تھا
جس نے اوس سے ذکر پر مداومت کر سکنے
کی شکایت کی تھی اور انہوں نے اوس
ذاکر میں ذکر پر مداومت کرنے سے
عجز کے آثار محسوس فرمائے اور یہ بھی
محسوس کیا کہ یہ عمل غیر دائم پر راضی نہ ہوگا
اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس کو دوام
میسر نہ ہوا تو عمل کو بالکل ترک کر دیجگا
پس انہوں نے اوس کو یہ جواب
دیا کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی اوس کا ترک
کر دینا یہ بھی ایک نوع کی مداومت ہے
کیونکہ یہ مجموعہ عمل و ترک پر مداومت
ہے تو اس جواب سے اوس شخص کو ایک
طرح کا نشاط پیدا ہو گیا اور اوس نے
بالکل عمل کو ترک نہیں کیا پھر اوس نشاط
اور اس عمل وغیرہ کی ایک برکت سے
اوس کو مداومت مطلوبہ حاصل ہوئی
پس مولانا کے اس ارشاد سے کہ کبھی
عمل کرنا اور کبھی ترک کر دینا یہ بھی ایک
قسم کی مداومت ہے مخاطب کے خیال
میں یہ بات آگئی کہ یہ مداومت بھی مداومت
مطلوبہ ہے اور مولانا کی یہ مراد نہ تھی

بدون هذا التمثيل مع كونه مبطلًا
 في نفسه لساعلة كما يدل عليه قوله
 تعالى وما كان لمؤمن ولا مؤمنة
 اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون
 لهم الخيرة من امرهم حيث ان
 اسأء من ينسب عن كذا من زيد كان
 مباحا في نفسه لكنه صلى الله عليه
 وسلم لما امر بالنكاح ونهى عن الابهاء
 وجب عليها اطاعته في هذا المباح
 وكان هذا في حكم جزئي اما وجوب
 مثل هذا المباح في حكم كلي فيؤخذ
 على قول بعض العلماء من قوله صلى
 عليه وسلم لمن سال عن الحج افي كل
 عام لو قلت نعم لوجب قال النووي
 فيه دليل للذهب العميق انه صلى الله
 عليه وسلم كان له ان يجتهد في الاحكام
 ولا يشترط في حكمه ان يكون بوجاه
 ثبوت ان جازله صلى الله عليه وسلم
 ايجاب مباح او تحريم مباح لا ممتنع
 بل ايه ثم بقاء حكم هذا الاجتهاد ونسخه
 فامر آخر وقال الشوكاني في باب
 وجوب الحج تحت قوله عليه السلام
 لو قلت نعم لوجب استدلال به على

۱۱۳۷

کیونکہ مدامت مطلوبہ تو وہی ہے کہ جس
 ساتھ پھر مشافذہ اور کے ترک کبھی مذہب سواگر
 مولانا یہ جواب دیتے کہ کبھی عمل کرنا اور
 کبھی ترک کر دینا اگرچہ مدامت نہیں
 ہے لیکن بالکل یہ ترک مناسب نہیں
 اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ سبب ہو جائیگا
 مدامت مطلوبہ کا تو اس مخاطب کو اس
 جواب پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا پس اس
 مصلحت کے لئے اس طریق کو اختیار
 کیا اور اس سے اس پر عمل سہل ہو گیا
 پھر اس کو مدامت کی توفیق ہو گئی
 اور اس حدیث کی دلالت اس مسئلہ
 پر حنفیہ کے مسلک پر ظاہر ہے کیونکہ حضور
 اقدس کا یہ ارشاد کہ اس کی مثال
 کتے کی سی ہے جو اپنی تے میں عود کرتا
 ہے مخاطب میں حرمت کے خیال کو
 پیدا کرتا ہے اور حضور کی مراد صرف
 تنفیہ سواگر آپ عدم تحریم کی تصریح فرماتا
 تو ترک عود فی البیت دشوار ہوتا نفس
 میں بار بار یہی داعیہ پیدا ہوتا کہ حرام تو
 ہے ہی نہیں پھر فتنہ کو کیوں چھوڑیں
 اور جب عدم تحریم کی تصریح نہیں فرمائی
 تو اب ترک عود سہل ہو گیا کیونکہ نفس

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفتوح
 الی الاحکام وفي ذلك خلاف مبسوط
 فی الاصول اھ وھذا اقوی دلالۃ
 علی ما قلنا فی ابجد جاسر لہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نشر یر حکم عام فحقق الحق
 بآتم وجه واوضحہ ولا یضار الاختلاف
 فی امثاله ولو ضار لضر الدلیل الخاف
 وغایتہ انتفاء الدلیل الخاص لا یستلزم
 انتفاء انتفاء المدلول لا مکان ثبوت
 بدلیل اخر کحدیث مسلم الا فی ہذا
 وهو الصق بغرضنا لان غرضنا
 هو الاستدلال علی طریق الاصلۃ
 الخاص لا التشریع العام الذی
 کان فی حدیث الہبۃ ویکفی ہذا
 الغرض حدیث مسلم کما ستعلم
 وهو ما فی قولی وفي الباب حدیث
 اخر اصعب فی الدلالۃ من حدیث
 المتن وهو ما فی صحیح مسلم باب
 صفة الاقرار بالقتل الی قولہ استقی
 طلب العفو متہ عن وائل فی قصۃ
 تمکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ولی القتل من القصص انہ لما ولی
 قال صلی اللہ علیہ وسلم ان قتلہ فهو

ما یوسی ہو گئی کہ اب اس کی گنجائش نہیں
 رہی باقی اوس بشرط کا تحقق جس کا ذکر
 میرے اس قول میں تھا کہ اسکی ایک شرط
 یہ بھی ہے کہ وہ مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوسکو
 اوس کے ظاہری طریق سے بھی حاصل
 کرنے کا ارادہ کیا جاوے تو مشکل کے لئے
 جائز ہو الا سوا اس بشرط کے تحقق کا یہاں
 یہ ہے کہ اگر باوجود اس عود کے مباح
 فی نفسہ ہونے کے بھی بدون اس تشہیل
 کے اس عود سے منع فرما دیتے تو آپ کے
 اس کا حق تھا جیسا یہ آیت اس پر دلالت
 کرتی ہے کہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن
 عورت کو یہ حق نہیں کہ جب الشدا اور لوط
 رسول کسی بات کا حکم کر دیں تو پھر بھی
 ان کو اوس بات میں اختیار باقی رہے
 اگر وہ امر فی نفسہ محل اختیار تھا مگر اب
 حتی حکم کے بعد محل اختیار باقی نہیں رہا
 چنانچہ حضرت زینب کا زید کے ساتھ
 نکاح کرنے سے انکار فی نفسہ مباح تھا
 لیکن جب حضور اقدس نے نکاح کا حکم
 فرما دیا اور انکار سے منع فرما دیا تو زینب
 پر اس مباح میں آپ کی اطاعت واجب
 ہو گئی اور یہ واجب اطاعت ایک امر جزئی

مثله وفي طريق اخرى له عن وائل
قال صلى الله عليه وسلم القاتل القتل
في النار اياه اسراده صلى الله عليه وسلم
طلب العفو عنه المصلحة يقتل وجوها
وهو مما لو امر به صريح الوجوب عليه
لكن لم يامر به صريح اللفظ كيلا يظن
ان لم يقتل فمرض صلى الله عليه وسلم
سلم يقول فصح منه الخطاب ما
يروده صلى الله عليه وسلم فان اللفظ
المرد له صلى الله عليه وسلم مطلق
المأثلة فلا الاحكام ودخول بعض
القاتل النار لا يخص من هذا القاتل
الذي يقتل المظالم قصاصا ويأيد استثنائي
بالحد يث على المسئلة التصوفية
بما قال النووي في شرح الحديث
وان كان ما قال جملا وما قلنا فعلا
ونصه وانما قال النبي صلى الله عليه وسلم
وما قال بهذا اللفظ الذي هو
صادق فيه والايها مقصود صحيح
وهو ان لو لم يجر بها خاف ففعل العفو مصلحتا
والقتل في دينه وفيه مصلحتان هو اقاؤه
من القتل فلا كان العفو مصلحة توصل اليه
بالتعريض وقد قال الغمري وغيره

میں تھا باقی ایسے مسلح کا کسی حکم کلی میں
واجب ہو جانا یعنی خود آپ کے ذاتی
حکم کا تشریح عام بتانا سو بعض علماء
کے قول پر آپ کے اس ارشاد سے
ماخوذ ہوتا ہے جو آپ نے اوس شخص
سے فرمایا تھا جس نے حج کے باب میں
پوچھا تھا کہ کیا ہر سال میں حج واجب
ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہتا
تو ہر ہر سال کہنے واجب ہو جاتا
ماخوذ ہونے کی تقریر یہ ہے کہ نووی
نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذہب
صحیح کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو احکام میں اجتہاد فرمائیگا
اعتبار تھا اور آپ کے حکم میں یہ شرط
نہیں کہ وہ وحی ہی سے ہو اور اس سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے مبارک
سے کسی مسلح کے واجب فرما دینے
کا یا کسی مسلح کے حرام فرما دینے کا
حق تھا اس لئے اوس مسائل کے سوال
کے وقت اگر بھی رائے ہو جاتی کہ ہر سال
کے لئے واجب کر دینا چاہیے تاکہ سبکی
بعیرت حاصل ہو کہ بے ضرورت سوال

من علماء اصحابنا وغیرہم یستحب
 للفق اذا سرائی مصلیة فی التعریض
 للمستفی ان یعرض تعریضا یحصل
 به المقصود مع انه صادق فیہ الی
 قولہ کہ من یسأل عن الغیبة فی الصو
 هل یفطر بها فیقول جاء فی الحدیث
 الغیبة تفضل الصائم ویتا ید ما
 قلت من ان لو امره صلی اللہ علیہ
 وسلم بالعفو صریحا لوجب علیہ
 بما حکے مسلم عن اسماعیل بن سائ
 سراوی حدیث القاتل والمقتول
 فی الناس قال ذن کرک ذلک للجبیب
 ابن ابی ثابت فقال حدیثی ابن اشقر
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افا
 سالہ ان یعفو عنہ فابی اہ قلت
 لعل مراد ابن اشقر ابداء احتمال
 یعمم الحکم بدخول الناس بالقتل
 فلم انه لو امره لوجب علیہ اقتال
 امره صلی اللہ علیہ وسلم فثبت جمیع
 ما قلنا باقوال علماء الظاہر ایضا وعذا
 الاصل یوقف جمیع ما استحل علی قولہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فی عبد اللہ بن
 ابی حنین قام صلی اللہ علیہ وسلم

کرنا مضر ہے تو اس رائے پر عمل کرتا
 آپ کو جائز تھا، پھر اس حکم اجتہادی
 کا باقی رہنا یا منسوخ ہو جانا سو یہ سب
 بات ہے اور شوکانی نے اہل الاوطار
 میں باب وجوب حج میں اسی ارشاد
 مذکور کے تحت میں دیکھا اگر میں ہاں کہتا
 تو ہر سال حج فرض ہو جاتا، یہ کہا ہے
 کہ اس ارشاد سے اس پر استدلال
 کیا گیا ہے یعنی بعض علماء نے استدلال
 کیا ہے کہ آپ کو احکام کے مشروع
 کر دینے کا بھی اختیار موقوف کیا گیا ہے
 اور اس میں اختلاف بھی ہے جو اصول
 میں بسط کے ساتھ مذکور ہے اور یہ
 قول اوس مضمون پر دلالت کرنے میں
 اور زیادہ قوی ہے جو ہم نے کہا ہے
 کہ آپ کو حکم عام کی تشریع بھی جائز ہو
 پس وہ شرط مذکور بھی بوجہ اتم و واضح
 متحقق ہو گئی اور اگر علماء کا اس اختیار
 تشریع عام میں اختلاف ہے مگر ایسے
 امور میں اختلاف مضر نہیں کیونکہ اثر
 اختلاف کا دلیل کاظمی ہو جاتا ہے
 اور جس مسئلہ تصوفیہ کو ہم مستنبط
 کر رہے ہیں عمل کے لئے اوس کا بھی

علیہ قدام عمر فقال قصدا علی ابن
ابی وقد قال یوم کن اکن او کذا فقال
صلی اللہ علیہ وسلم فی خیرنا خیر
وفی رواۃ قال سائرید علی سجن
والا لشکال فیہ من وجہین احدهما
ان قوله تعالی استغفر لہما ولا تستغفر
للتسبیۃ لا للغبیر وثانیہا ان قوله قما
سبعین مرۃ محمول علی المبالغۃ فلا
مفہوم لہذا العدد و تقیر فی الجواب
عنہا العلماء قدیمًا وحديثًا واسهل
الوجه فی الحدیث علی ما قالہ استاذ
مولانا محمد یعقوب رحمہ بنا علی
الاصح الذکور قصدا صلی اللہ علیہ
وسلم القسک بعض الالفاظ من غیر
التفات الی امرادہا کما قصد صلی اللہ
علیہ وسلم فی ما سبق من حدیث
الحبۃ وحدیث القصاص ان یقسک
المخاطب ببعض الالفاظ من غیر التفات
الی امرادہا وكان الفعل جائزا
فی نفسہ لعدم ورود النہی المبرح
عن الصلوۃ والاستغفار وان کان
جائزا فی نفسہ من الاصل لکن لما ادرأ
صلی اللہ علیہ وسلم بعض الحکمۃ

۴۸

کافی ہونا کافی ہے ابھر اگر اختلاف میں
بھی ہو تو دلیل خاص کو مضر ہوگا اور قما
اس مضر کی یہ ہوگی کہ وہ دلیل خاص
منطقی ہو جائیگی اور دلیل خاص کا انتقاد
مدلول کے انتقاد کو مستلزم نہیں کیونکہ
ممکن ہے کہ وہ دوسری دلیل سے ثابت
ہو جاوے جیسے یہاں مسلم کی حدیث ہے
جو عنقریب آتی ہو اور وہاں کے مقصود دوسرے
زیادہ چسپاں ہو کیونکہ ہمارا مقصود اسلام
خاص کے طریق پر استدلال کرنا ہے نہ کہ
تشریع عام پر اور اس کے لئے مسلم کی
حدیث (آئندہ) کافی ہے جیسا عنقریب
تم کو معلوم ہو جائیگا اور وہ وہ حدیث ہے
جو میرے قول آئندہ میں آئی یعنی یہ سب
بیان تھا اس مسئلہ کو حدیث متن سے
ثابت کرنے کا اور اس باب میں ایک
دوسری حدیث بھی ہے جو دلالت میں
حدیث متن سے زیادہ صریح ہے اور وہ
وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت اہل
سے اس قصہ میں مذکور ہے جس میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
ولی مقتول کو قصاص لینے کا اختیار عطا
فرمایا اور جب وہ وہاں سے چلا تو اپنے

ما نقلہ فی حاشیۃ الجعفری عن الکتب
المختلفۃ بما نصہ و لکنہ خیل بما قال
اظہار الغایۃ رحمۃہ ورافتہ علی من
بعث الیہ وروی انہ قال علی اللہ علیہ
وسلم وما یفنی عنہ قبیحہ وصلاحی من
اللہ واللہ انی کنت امرجوان یسلم بہ
الف من قیہ وروی انہ اسلوا الف
من قومہ لما رواہ ینبرئ بقمیصل النبی
علی اللہ علیہ ولسلواہ وھذا الروایۃ
وان لہا ما منقولۃ لکنہا لیست
بأدون من ابداء احتمال قصدہ
علی اللہ علیہ وسلم امثال ھذا للحکم
القی منہا ما قالہ استاذی مولانا
محمد یعقوب سرح من انہ ین علی
اللہ علیہ وسلم ھذا الفعل لالتبک
و تعفی عن احلی شیئا اذ الم یکن مؤمنا
واللہ اعلم و امرے ان القب تقر بھذا
المسئلۃ بالتحریر علی صالحہ التعویض

ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اوس کو قتل کر دیا
تو یہ بھی اوسی (قاتل اول) کے مثل ہو گا
اور مسلم ہی کی دوسری روایت میں اس
سے آپ کا یہ ارشاد ہے کہ قاتل اور مقتول
دونوں دوزخ میں ہیں اور آپ کا مقصود
کسی مصلحت سے قصاص معاف کر دینا
درخواست تھی جس کی متعدد وجوہ ہو سکتی
ہیں اور یہ مقصود معافی کا ایسا ہے کہ اگر آپ
اس ولی مقتول کو اس کا صریح حکم فرمائے
تو اوپر واجب ہو جاتا لیکن آپ نے
صریح الفاظ سے حکم نہیں دیا تاکہ اگر وہ
امثال امر نہ کرے تو نگار نہ ہو پس آپ نے
تعمیض (روا اشارہ) کے طور سے ایسی
بات فرمادی کہ اوس سے مخاطب ایسا
مضمون سمجھا جو آپ کی مراد نہ تھی کیونکہ
آپ کی مراد پہلے ارشاد میں (مطلق
ماثلت فی الفعل تھی نہ فی الحکم) یعنی یہ
مطلب تھا کہ دونوں نفس فعل قتل میں

یکساں ہو جائیں گے کہ جیسا اصل مجرم قاتل تھا اسی طرح ولی مقتول بھی قاتل
ہو جائے گا گو حکم دونوں قتل کا جدا جدا ہے کہ مجرم کا فعل حرام تھا اور ولی مقتول
کا فعل جائز ہے اور اسی طرح (دوسرے ارشاد میں) آپ کی مراد بعض قاتل کا نام
میں داخل ہونا ہے (یعنی جو ظلم قتل کرے) نہ خاص اس قاتل کا جو ظالم کو قصاص
میں قتل کر رہا ہے اور اس حدیث سے جو میں نے اس مسئلہ تصوفیہ پر استدلال

کیا ہے اور سبکی تائید نووی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو اوہنوں نے حدیث کی شرح میں کہا ہے اگرچہ اولیٰ کا قول مجمل ہے اور میرا قول منفصل ہے (اور اس تائید کے نقل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ اکثر طبائع کو علماء ظاہر کے اقوال سے زیادہ قناعت ہوتی ہے اور صوفیہ کو مختصر سمجھتے ہیں اسی واسطے اس حدیث کے جزو عنفوی کے متعلق اور حدیث آئندہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے متعلق بھی علماء ظاہر کے اقوال نقل کر دیں گے) اور نووی کے قول کی جہارت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ایسے الفاظ سے فرمایا جس میں آپ صادق ہیں اور اس میں جو ابہام ہے وہ ایک مقصود صیح کے لئے ہے اور وہ مقصود یہ ہے کہ ولی قلیل (اس کہنے سے) ڈر جاوے گا اور محاف کر دے گا اور یہ معاف کر دینا ولی مقتول کی بھی اور اصل مقتول کی بھی دینی مصلحت ہے (ولی کی مصلحت تو ثواب ہے عفو کا اور اصل مقتول کی مصلحت اس کے اجر کا بڑھ جانا کیونکہ جس مظلوم کا انتقام نہ لیا جاوے اس کا اجر بڑھ جاتا ہے) اور اس میں مجرم کی بھی مصلحت ہے کہ قتل سے اس کی رہائی ہے پس جبکہ عفو (سر اسر) مصلحت تھی آپ نے تعریض سے اس تک رسائی حاصل کی اور ضرری وغیرہ نے جو ہماری جماعت کے اور دوسری جماعت کے ہی علماء ہیں یہ کہا ہے کہ مفتی جب تعریض میں مستفتی کی مصلحت دیکھے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ایسی تعریض کر دے جس سے مقصود حاصل ہو جاوے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ اس (تعریض) میں میں سہا ہو آگے مثال دی ہے کہ جیسے کوئی شخص روزہ میں ضیعت کرنے کے متعلق پوچھے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مفتی یہ کہہ دے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غیبت روزہ ٹوٹ جاتا ہے پس نووی کی اس نقل سے میرے استدلال کی تائید ہو گئی اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر آپ عفو کا صیغہ افسر مانتے تو ولی مقتول پر معاف کر دینا واجب ہو جاتا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو امام مسلم نے اسماہیل بن سالم سے جو اس حدیث کے راوی ہیں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا کہ ولی مقتول کی نسبت فی النار کیسے فرمایا

اونہوں نے جواب دیا کہ مجھے ابن اشوع نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے عفو کی درخواست کی تھی اوس نے انکار کر دیا (اس لئے آپ نے ایسا فرمایا اس لئے کہ اس صورت میں وہ تارک واجب ہوا جو مستحق وعید ہوتا ہے، میں کہتا ہوں شاید مراد ابن اشوع کی ایک ایسے احتمال کا پیدا کرنا ہے جس سے قتل کرنے پر دخول تارک کا حکم صحیح ہو جاوے (کیونکہ ابن اشوع نے کوئی سند بیان نہیں کی سو اس جواب سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ اگر آپ اوس کو (عفو کا) حکم فرما دیتے تو اسے آپ کے حکم کا امتثال واجب ہو جاتا پس ہمارے سب دعوے علمائے عاصیہ کے اقوال سے ملتی ثابت ہو گئے اور اس قاعدہ مذکور کا وہ سب اشکالات بھی مرتفع ہو جاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر واقع ہوتے ہیں جو آپ نے عبد اللہ بن ابی منافق کے باب میں فرمایا ہے جس وقت آپ اوس کے جنازے کی نماز پڑھتے کہڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کہڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ آپ عبد اللہ بن ابی پر نماز پڑھتے ہیں لاکہ اسے ظان بن یوں کہا فلاں بن یوں کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (جہکون) بھی نہیں مائی بلکہ جہکون استغفر لہم اولاستغفر لہم میں (اختیار دیا ہے سو میں نے استغفر لہم اختیار کر لیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر پر عدم مغفرت کی خبر دی ہے میں ستر سے بڑھا دو لگا اور اشکال اس میں دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ارشاد استغفر لہم اولاستغفر لہم تسویہ کے لئے ہے تخییر کے لئے نہیں اور دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سبعین مرۃ مبالغہ پر معمول ہے (۷۰) کہ تحدید پر آپس اس عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں اور ان دونوں اشکالوں کے جواب میں علماء قدینا و حدیثا تخییر سے ہیں اور سب سے سہل وجہ حدیث میں جیسا کہ قاعدہ مذکورہ کی بنا پر مولانا محمد یعقوب صاحب ارشاد فرمایا ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محض الفاظ سے بدون التفات معافی کے تمسک فرمانے کا قصد فرمایا جیسا آپ نے یہ اور قصاص کی گزشتہ حدیثوں میں اس کا قصد فرمایا کہ مخاطب محض الفاظ سے تمسک کرے اور اس طرف التفات نہ کرے کہ ان الفاظ سے مراد کیا ہے اور فعل (یعنی اُس پر نماز جنازہ کی پڑھنا) فی نفسه جائز تھا

کیونکہ نماز و استغفار سے بھی صریح وارد نہ ہوئی تھی اگرچہ یہ نماز و استغفار فی حد ذاتہ اصل سے
 فعل غیر مفید تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ حکمتوں کی بھی رعایت
 فرمائی تھی اس لئے وہ فعل عبث بھی نہ رہا اور شاید حکمت وہ ہو جس کو حاشیہ بخاری میں
 مختلف کتابوں سے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ جواب میں فرمایا
 اس سے امت پر رعایت رحمت و شفقت کے اظہار کو خیال میں ڈال دیا اور یہ بھی روایت
 ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قیص اور میری نماز اس کو کیا نفع ہو سکتی ہے واللہ میں
 امید کرتا ہوں کہ اسکی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اسکی
 قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے جب دیکھا کہ اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کے قیص مبارک کا تبرک عطا ہوا اور ان روایتوں کو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھا
 لیکن یہ روایتیں اس احتمال سے تو گری ہوئی نہیں کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ایسی حکمتوں کا قصد فرمایا ہو جن میں ایک حکمت وہ بھی ہے جو میرے مختلذ ملاحظہ محمد بن
 صاحب نے بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے اسکو
 ظاہر فرمادیا کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو اسکو تبرکات باطل کام نہیں دیتے اس شخص
 کے برابر ک کو تبرکات نصیب ہو سکتے ہیں مگر منافق ہونے کی وجہ پہر تارکے ورک اسفل
 کا مستحق رہا اور پہلی حکمتیں غیر مسلمین کے اعتبار سے تھیں کہ ان کا تالیف قلب کرنا مقصود ہے
 تھا اور یہ اخیر کی حکمت مسلمین کے اعتبار سے ہے کہ ان کو مسئلہ کی تعلیم کرنا مقصود ہے
 واللہ اعلم۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تقریر کو التحریض علی عمل التقریر
 سے مطبق کروں یوم انیس ۱۳ ربیع الاول عشرہ۔

۱۲۲

حدیث آپ نے صحابہ سے کسی ایسے
 موقع پر کہ وہ کہیں پہونچنے والے تھے
 ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بھائیو کھے پاس
 پہونچنے والے ہو سو اپنا سامان درست
 کر لو اور اپنا لباس درست کر لو یہاں تک

الحديث انك قد ادمان علي
 اخوانكم فاصحبوا احبا لكم واصحبوا الناس
 حتى تكونوا كما كنتم شامة في الناس فان
 الله يحب الفحش ولا الفحش رحم
 دك هب عن سهل بن الخنظلية رحم

فدل على مذنب تحسين الهيئة و
الحفاظة على النظافة ما امكن وله الحجة
احد هما كونه مقصودا في نفسه لكن
محبوباً لله تعالى كما ورد ان الله نظيف
يجب النظافة وان الله جميل يجب
الجمال وثانيهما اكرام من يقدم عليه
وفي الحديث اشارة الى الامرين الى
الاول في قوله فان الله لا يحب الخس
والى الثاني في قوله انكم فادمون على
اخوانكم ويحيز في الثاني شئ من نبي
على الاول اما اذا كان لوجه فاسد
من التيب والبطرف من مومن لنعوض
كثيره ومن شرف قال الحنفى في الحديث
ان كانت نفسه مطهرة فان كان ممن
يجب بذلك ويتكبر تركه وداوى نفسه
بالتعسف حتى يودها وقول حلي السلام
حتى يكونوا انكم شامة في الناس لا يروى
به قرب الشهن الذى ورد فيه الوعيد
بل يروى به ثوب نظيف يمتاز به عن
المتدنسين من الناس وهم المراد
بالناس والقرينة عليه انه علل به
الامر بخلق الاصلاح فتعين المراد
من لم يصلح لبا سهر فاعرف ذلك

کہ عام لوگوں میں تم ایسے ہو جاؤ جیسے بڑا
میں کوئی اہمنا نشان ہو تا ہے (جیسے
تقویٰ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے کو
پسند نہیں فرماتا اور نہ بے شرم بننے کو
اور سامان و لباس کو درست نہ کرنا مشافہ
بیچاری کے ہے کہ ذلت سے شرماتا نہیں
کذا ذکر العزیز بنی بقولہ اے و عدم اصلا ح
ما ذکر شبہ الغش اح اور ذلیل ہونا بلا وجہ
یہ بھی مذکور ہے حدیث میں ہے لاینبی
للمومن ان یذل تصدق حدیث اچھ
وال ہے کہ جس قدر (سہولت سے) ممکن ہو
اپنی ہیئت کو درست رکھے اور لطافت
کا خیال رکھے اور اس میں دو پہلو ہیں ایک
یہ کہ یہ خود مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو
محبوب ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ
لطافت والے ہیں لطافت کو محبوب رکھتے
ہیں اور بحال والے ہیں بحال کو محبوب کہتے
ہیں اور دوسرا پہلو اس شخص کا اگر اہم
جس کے پاس یہ جارہا ہے کہ میلا کھلا
کسی کے پاس جلنے کے گویا یہ معنی ہیں کہ
ہمارے قلب میں اس کی کوئی وقعت
نہیں جس کی وجہ سے کوئی اہتمام کیا جاتا
اور حدیث میں دونوں امر کی طرف اشارہ

انصاف و احسان کے لئے

امراؤں کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ نے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو اور عرض ثانی میں بہ نسبت عرض اول کے کسی قدر زیادتی بھی جائز ہے یعنی ہر وقت کی نظافت و تھل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تھل میں کسی قدر زیادتی بھی جائز ہے لیکن اگر یہ زرینیت و تھل کسی عرض فاسد سے ہو جیسے ناز و محظروہ مذموم ہے بہت سی خصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حنفی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زرینیت و تھل سے اس کو عجب و بحیر پیدا ہو جاوے گا تو پھر زرینیت و تھل کو ترک کر دے اور غیر مزین و غیر جمیل لباس پہن کر اس کا علاج کرے یہاں تک کہ اس کو مہذب کرے اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہاں تک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاوے اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی حکمت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

حدیث (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر امید نہ ہو تو کوئی مال بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا ف اس میں بعض کو نیات میں کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتا تو مرہون ہیں کہ چونکہ ذاتا تو موت کی یاد مطلوب ہے اور اثر کے اعتبار سے راجح نہیں

الحديث انما الامل رحمة من الله تعالى لامعة لولا الامل ما امرضعت امولا ولا غرس فارس فجعرا (خط) عن النس (ض) ف فيه حكمة بعض الكونيات المباحة المرجوة فانما المراد حجة اثر وفيه تسليمة للسلك اذا غمته بنقصه في بعض الاعمال والاحوال ببيان حکمتہ التي يتوقف

عبد المصطفى في الاحوال

علیہا اکثر من الاحکام الشرعیۃ فان
الامر ضاع واجب مینا وکذا الزہرۃ اللہ
اشیر الیہ فی الغرس واجب علی الکفایۃ
وما وراہ فی ذمالا مل فالمل دہ طلی
کما قالہ لمدناوی مدح اصلہ لا ینافی
ذمالا ستر سال فیہ ام ای الاستغراق
فی الامل وترك الآخرة بالمرآۃ۔

(یعنی بعض اوقات عام طہارت کے اعتبار سے
استحضار موت پر اس کو ترجیح ہو جاتی ہے
چنانچہ اگر موت بہر وقت یا در سے تو عام
لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہو جاتے
اور عام طہارت کی قید اس لئے لگائی گئی کہ
کاملین متقیین اس پر قادر ہیں کہ ضروریات
معاش واستحضار موت دونوں کو جمع

کر لیں اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص
ہونے سے مغموم ہوتا ہے مثلاً اس سے غمزہ ہوا کہ موت کی یاد میں کمی پائی اوسوقت
اوسکی تسلی اس طور سے کی جاتی ہے کہ اوس نقص کی حکمت بیان کر دی جاتی ہے جس
بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے جب تک
اوس کا بدل نہ ہوا اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں
اشارہ ہے واجب علی الکفایۃ ہے اور امل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس
طویل امل ہے جیسا منناوی نے کہا ہے کہ اصل امل کی طرح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی
مذمت آئی ہے یعنی اوس میں مہمک ہو جانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

الحلیث انما الاعمال کالوعاء اذا
طاب سفله طاب بعلیہ علاء واذا فسد اسفله
فسد علاءہ (عن معاویۃ رضی الف فیہ
سرا علی الصوفی الجاہل فی قوله ان کیفی
صلاح الباطن وان فسد الظاہر فنبہ
الحدیث علی ان صلاح الباطن لا ینفک
عنه صلاح الظاہر وکیف یعقل ان المرء
یحیب احد امن صمیم قلبہ فہو فی شہۃ یلسا

حدیث اعمال کی مثال مثل برتن میں
رکھی ہوئی چیز کے ہے جب اوسکے نیچے کا
حصہ اچھا ہو گا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہو گا
اور جب نیچے کا حصہ خراب ہو گا تو اوپر کا
حصہ بھی خراب ہو گا کہیونکہ تعلق اتصال
کے سبب ضرور اثر پہنچتا ہے مثلاً گلی
میں میں ہو گئے بیٹھ جاوے مگر اوئی حرکت
سے اوپر بھی اوسکا ٹھہر ہو گا اسیرج اگر

امراول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ نے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو اور غرض ثانی میں یہ نسبت غرض اول کے کس قدر زیادتی بھی جائز ہے ایسی ہی سہرقت کی نظافت و تھل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تھل میں کس قدر زیادتی بھی جائز ہے لیکن اگر یہ دینیت و تھل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و فخر وہ مذموم ہے بہت سی قصص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حنفی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت سے ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس دینیت و جمال سے اس کو عجب و تکبر پیدا ہو جاوے گا تو پھر دینیت و تھل کو ترک کر دے اور غیر مزین و غیر تمیل لباس پہن کر اس کا علاج کرے یہاں تک کہ اس کو جذب کرے اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہاں تک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاوے اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی حکمت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

۱۳۳

حدیث (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر آپ سید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا ف اس میں بعض کونیات میں حکمت کا بیان ہے جو ذاتا تو مرہوت ہیں کہ چونکہ ذاتا تو مرہوت کی یاد مطلوب ہے اور اثر کے اعتبار سے رائج ہیں

الحمد یث انما الامل رحمة من الله تعالیٰ لامعة لولا الامل ما ارضعت اموالہ او لا غرس فاس من شجر (خط) عن النس (ض) ف فیہ حکمة بعض الکونیات المباحة المرجو ذاتا المراجعة اثر و فیہ تسلیة للسائل اذا غم بنقصه فی بعض الاعمال او الاحوال بدیان حکمتہ لئلا یتوقف

حکمت بعض النقص فی الاحوال

عليه أكثر من الأحكام الشرعية فأن
الأس ضاح وبجب عينا وكذا الزهر لله
اشير اليه في الغرس واجب على الكفاية
وما ورد في ذم الأصل فالمراد به على
كما قال المناوي ملاح أصلا لا ينافي
ذم الاستسار سال فيه اهـ الاستسار
في الأصل وتركه لا خوة بالمرأة

یعنی بعض اوقات عام طہارت کے اعتبار سے
استحسان موت پر اس کو ترجیح ہو جاتی ہے
چنانچہ اگر موت بروقت یا در سے ہو تو عام
لوگ بہت سی ضروریات سے مسلط ہو جاتے
اور عام طہارت کی قید اس لئے لگائی گئی کہ
کاملین متقیین اس پر قادر ہیں کہ ضروریات
معاش و استحسان موت دونوں کو نت

کر لیں اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص
ہونے سے غموم ہوتا ہے مثلاً اس سے غمزہ ہوا کہ موت کی یاد میں کمی پائی اوسوقت
اوسکی تسلی اس طور سے کی جاتی ہے کہ اوس نقص کی عکس بیان کر دی جاتی ہے جس
ہست سے حکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے وجب تک
اوس کا بدل نہ ہوا اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں
اشارہ ہے واجب علی الکفاہ ہے اور اس کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس
طول اہل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل اہل کی وجہ اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی
مذمت آئی ہے پسے اوس میں منہمک ہو جانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

الحديث انما الاعمال بالوفاة
طالب سفلة طالب حلا واذ انفس اسفل
فصل علاوة اعن معاوية (ض) اف فيه
مراد على الصوفي الجاهل في قوله انه يكفي
صلاح الباطن وان فسدا الظاهر فنيه
الحديث على ان صلاح الباطن لا ينفك
عن صلاح الظاهر وكيف يعقل ان المرء
يجب احدا من صميم قلبه خروجه بسا

حدیث اعمال کی مثال مثل برتن میں
رکھی ہوئی چیز کے ہے جب اوسکے نیچے کا
حصہ اچھا ہو گا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہو گا
اور جب نیچے کا حصہ خراب ہو گا تو اوپر کا
حصہ بھی خراب ہو گا کیونکہ تعلق اتصال
کے سبب ضرور اثر ہو پختا ہے مثلاً گھی
میں میں ہو گونچے بیٹھ جاوے مگر ادنیٰ حرکت
سے اوپر بھی اوسکا تھوڑا سا سیطرہ اگر



او یضربہ بیدۃً فاللہ یتربک الصلوۃ عملاً وینفی
 او یشرک بالحق و یستغف بالشرع یمتنع ان یکون
 فی قلبہ حب لہ و عظمۃ و فی ذلک قال لرو
 اگر تارے پیغمبر خندان ہر تادہ خندہ شرف اللہ او غیر
 نامہا کہ خندہ اکل لربود کہ خندہ او سواد دل نود
 یرید رحمہ اللہ ان الاعمال الظاہرۃ الصا
 او السیئۃ ہی فامرات لصلاح الباطن
 او فسادہ ومن فروع المسئلۃ انکذا المرات
 شیفاً ظاہراً یخالف لشرع فایاک وایاکہ

باطن اچھے تو اسکا اثر اعمال میں بھی ظاہر
 ہوگا اسلیطرح اگر مجرایا ف اس میں رستہ
 جاہل صوفی پر جو یوں کہتا ہے کہ باطن کا درست
 ہونا کافی ہے گو ظاہر خراب ہو تو حدیث نے
 یہ بات بتلا دی کہ باطن کی درستی سے ظاہر کی
 درستی مفارقت نہیں ہو سکتی اور یہ
 بات کیسے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک
 شخص کسی سے دل سے تو محبت کرتا جو
 پہر زبان سے اس کو گالیاں دیتا ہو
 اور ہاتھ سے اس کو مارتا ہے سو شخص نماز عدا ترک کرتا ہو یا نہ کرتا ہو یا شراب
 پیتا ہو یا شریعت کی بقدری کرتا ہو یہ بات عدا محال ہے کہ اس کے دل میں
 اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت ہو اسی بارہ میں حضرت مولانا رومی رحمہ فرماتے
 ہیں کہ اگر انار خرید و کہلا ہوا خرید و جس کا کہلنا اس کے دانوں کی حالت بتلاتا ہو
 اور منجوس کہلنا لالہ کا کہلنا ہے جس کے کہلنے سے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی
 مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ اچھے ہوں یا برے وہ علامات ہیں باطن
 کے اچھے یا برے ہونے کی اور اس مسئلہ کے فروع میں سے یہ ہے کہ اگر کسی
 شیخ کو دیکھو کہ اسکا ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اپنے کو اس سے بچا نا اور
 سمجھ لینا کہ اس کا باطن اگر درست ہو تا تو ظاہر بھی درست ہوتا

الحديث انی لا دخل فی الصلوۃ
 وانا اری ان اطیبا فاسمع بکلاء الصب
 فاقبض فی صلاتی مما اعلم من شدۃ
 وحدامہ بیکائنہ (حمقہ) عن الش
 ف فیہ تصریح بان الاستغراق للیس

حدیث میں نماز میں داخل ہونا ہوں
 اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل ہو
 پہر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں
 تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں
 کیونکہ جانتا ہوں کہ اسکی ماں اسے روتے

من لوازم کمال الصلوٰۃ فان صلاتہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا یشک فی کمالہا
ومع ذلک کان یسہم البکاء وهو غیر
مسموع فی الاستغراق۔

سے پریشان ہوگی ف اس میں اس کی
تصريح ہے کہ استغراق کمال نماز کے
لوازم میں سے نہیں کیونکہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے کامل ہونے
میں کوئی شک نہیں اور باوجود اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استغراق میں ایسی

آواز سموع نہیں ہوتی۔

الحديث اولیاء اللہ تعالیٰ لذت
ذا سائرہ ذکر اللہ تعالیٰ احکیم عن
ابن عباس رضی اللہ عنہما فی الحديث
احدی سلا مات الاولیاء وهذا مشاہد
فی الاولیاء والصحہ علامت اخری
بستند لبقیہ علیہ ولا یتیم وصلاحہم
للاقتباس منهم۔

حدیث اولیاء اللہ وہ ہیں کہ ان کے
دیکھنے سے خدا یاد آ جاوے ف اس حدیث
میں ایک علامت اولیاء کی مذکور ہے اور
اولیاء میں اوسکا مشاہدہ ہوتا ہے کہ اونکی صحبت
میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے
اور اونکی اور علامات بھی ہیں سب کے مجموعہ
سے اونکی ولایت پر اور اس پر کہ یا ستغراق لائق

ہیں استدلال کیا جاتا ہے۔

الحديث ایاکم والغلو فی الدین فانہ
ہلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین رحم
اللہ عن ابن عباس (رحمہ) فیہ مایلیہ
لمحقق من عایۃ الاعتدال فی کل شیء من العبادۃ
والعادات وهو ما یرجى الذام علیہ لمطلوب فی
الدین اما الغلو فیہ یورث المذلۃ والکلال وهو
یفضی احیاناً الی ترک الاعمال فالغلو تکثیر العمل
حالا وتقلیل مالا وهو معنی خیر الامور وسأ
وورث عن هذا اللفظ فی کتب الحقائق عن

حدیث میں غلو کرنے کو پہلے لوگ دین میں
غلو کرنے ہی سے ہلاک ہوئے ف اس میں
وہی مسلک ہے جس پر محققین ہیں کہ تمام
عبادات عادات میں اعتدال کی رعایت کہتے
ہیں اور اسی پر وہام کی بھی امید ہو سکتی ہے جو دین
میں مطلوب ہے باقی غلو سوطال اور کلال پیدا ہوتا
ہے اور اس کے کبھی ترک عمل کی نوبت آ جاتی ہے
سو غلو فی الحال تو عمل کی تکثیر ہے اور فی المثال
عمل کی تقلیل ہے اور یہی معنی ہیں خیر الامور وسأ

عین علامت اولیاء

۱۲۶

من الغلو فی الدین

اہمیت عمل بنی علی

الاعمال والاولی بالاعمال

۱۲۸

اور کنوز الحقائق میں بعینہ حدیث اسی لفظ سے وارد ہوئی ہے۔

الحقائق انہما الامتثال لا الخاف علیکم فیما روتوا
ولکن انظروا کیف تعملون فیما تعلمون وحل منہم
(من) فی ما علیہ لقی من الامتناء بالعلل شد
منہم بالعلم و

حدیث اہمیت میں تین ہی متعلق ادون چیزوں سے
زیادہ اندیشہ نہیں کرتا جس کا تم کو علم نہیں کہ جو
علم کی کمی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہو وہ بیسی کی دلیل
نہیں اسلئے ہر مہم خفیہ ہی لیکن بیہرہ جو کہ جن چیزوں
تم کو علم ہو ان میں کیسا عمل کرتے ہو وہی طریق جو حسیہ فیہ میں کہ عس ۱۵ اہتمام سلم سے اہتمام سے

زیادہ کرتے ہیں۔

الحديث الامان بالقدس بداعلمهم
الحزن (ذلك) في تأريخه والقداس على من لا يهمل
ف فيه علاج الامراض النفسانية بالاندبيانات
الشعرية وهو كالعادات الشائعة في القوم و
يقاس سائر الاعمال الشرعية على الامان بالقدار
وسائر الفوائد على اهلهم والحزن ويجعل الله تعالى
انتمت ههنا الاحاديث المقصودة من الجوامع
الصغيرة وكنوز الحقائق المذكرة في خوف
الالف لسم عشرة من ربيع الاول سنة

حدیث تقدیر پر ایمان رکھنا سبب فکر و غم کو دور
کرتا ہے وہی اس میں تدابیرات شریعہ میں
ایمان بالقدس ہی داخل ہے (امراض نفسانیہ کا اثر)
ہم و حزن ہی اصل ہے (علاج ہی اور یہ صورتیں
مبغلا عادات متاثرہ کے ہیں) کہ ان متعلقین کو خاص
خاص ردائل کے معالجہ کے لئے خاص
خاص مناسب اعمال بتلاتے ہیں اور ایمان بالقدس
پر اور اعمال کو اور ہم و حزن پر دوسری نفسانی
خراچیوں کو قیاس کیا جاوے گا۔ الحمد للہ تعالیٰ آخر

عشر و سلی ربيع الاول سنة ۱۲۸۸ کو جان صغیر و کنوز الحقائق کی احادیث مقصودہ حرف الف کی ختم ہوئیں۔

اطلاع ضروری متعلق تبدیل طرز رسالہ (جو تاریخ مذکور بالا) ایک سال بعد تجویز کی گئی
چونکہ اس کے بعد بعض معقنیات کے سبب جن کا بیان اس کے بعد کے حصہ کے خطبہ میں
آوے گا بقیہ رسالہ کو صرف اردو میں لکھنے کا ارادہ ہے اسلئے طرز بدلنے کے سبب یہاں تک
یعنی ختم حرف الف تک حصہ سوم اور ابعد سے یعنی حرف با سے حصہ چہارم قرار دیا جاتا
وبالله الاعتصام فی کل بداء و ختام و تمت

